

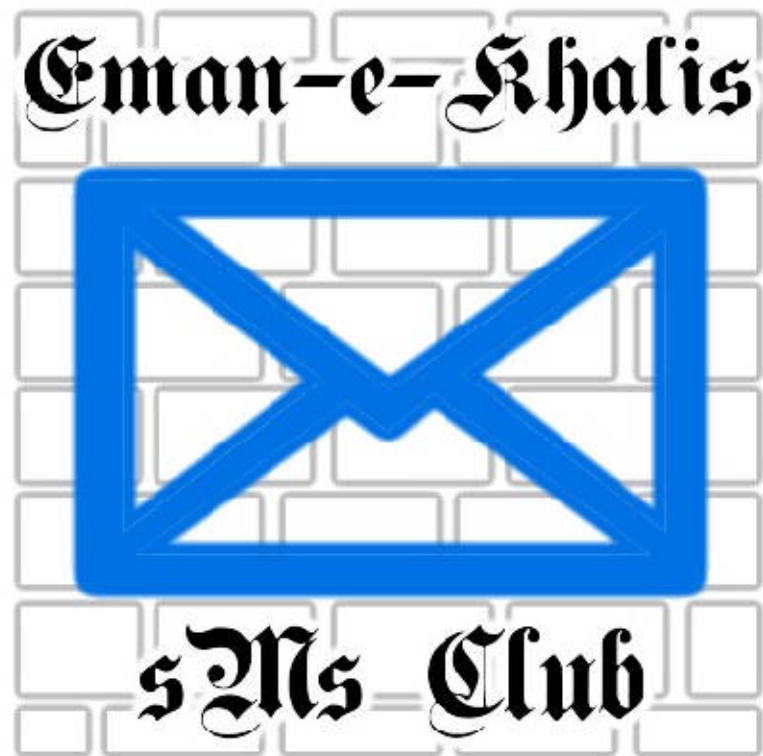
Uploaded By: Muhammad Ayaz

E . K . s M s C l u b

<http://Www.EKsMsClub.Net16.Net>

OR

<http://Www.EmaneKhalissMsClub.Comeze.Com>



**E-Mail:** [Ayaz.Net\\_WordLifeLive@Yahoo.Com](mailto:Ayaz.Net_WordLifeLive@Yahoo.Com)

**Follow Me:** <http://Www.Scribd.Com/MuslimAyaz>

**Address:** Masjid Tauheed, H Area, Punjab Road, Manzoor  
Colony, Near Mehmoodabad No. 6, Karachi, Pakistan





## ایک ضروری اور عاجزانہ گزارش

رب ذوالجلال کے نام سے جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی اور انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔ ایک ان فی کاوش کی حیثیت سے میری اس تحریر میں غلطیوں کا احتمال خارج از امکان نہیں۔ مجھے سند یافتہ مفتی یا علامہ ہونے کا دعویٰ نہیں، اللہ پر ایمان کے حوالے سے البتہ میرا یقین ہے کہ اللہ اپنے کسی بھی بندے سے اپنے دین کا کام لینے میں محتاج نہیں۔ لہذا آثار میں سے گزارش ہے کہ وہ ہر قسم کے مسلکی اور گروہی تعصبات سے بالا تر ہو کر اس تحریر کا خالص قرآن و حدیث کی روشنی میں مطالعہ کر لیں اور معیار پر غلطیوں کی نشاندہی کریں۔ انشاء اللہ ایسی ہر مخلصانہ نشاندہی کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس کے مطابق اصلاح کی کوشش کی جائیگی۔

اس تحریر میں بظاہر تو میرے مخاطب "الدین الخالص"

کے کچھنے والے ابو جابر دمانوی ہیں لیکن فی الحقیقت اس حوالے سے میرا خطاب ان سب لوگوں سے ہے جو بدقسمتی سے قرآن و حدیث کی تعلیمات کے برخلاف تہر پرستی، مسلک پرستی اور شخصیت پرستی کا شکار ہو کر اللہ اور رسول اور دین اسلام کے مقابلے میں اپنے باطل عقائد، ممالک و فرقول اور پسندیدہ شخصیات کو ترجیح دینے والے اور ان سے زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔۔۔ اللہ گواہ ہے کہ اس تحریر کا مقصد کسی کی ذاتی مخالفت یا دل آزاری نہیں بلکہ صرف یہی ایک چیز پیش نظر ہے کہ شاید اس کے مطالعے سے کسی کے دل میں

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اتر جائے، عقل پر سے لُغض و حد اور عفت کے پردے چھٹ جائیں اور جسے زندہ رہنا ہے وہ حقیقت جان کر جھٹے اور جسے مرنا ہے وہ بھی حق بات سے بے خبری میں موت سے ہٹکار نہ ہو۔

لِيَصْلَحَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ ط

(الأنفال : ۴۲)

۱۹ ربیع الاول ۱۴۱۰ھ

۲۱ اکتوبر ۱۹۸۹ء



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى  
اتَّبِعْ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا  
هُوَ جَ وَاعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ه وَكَوْشَاءَ اللَّهُ مَا  
أَشْرَكُوا ط وََمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ج وََمَا أَنْتَ  
عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ه (الانعام : ۱۰۶، ۱۰۷)

بیروی کرو اس کی جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف وحی کیا گیا ہے  
اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارہ کر لو اور اگر اللہ چاہتا تو یہ  
لوگ شرک نہ کرتے اور ہم نے تم کو ان پر نگران نہیں بنایا اور تم ان پر دار و قیام  
ڈاکٹر عثمانی مرحوم کے خلاف لکھی ہوئی مختلف کتابوں، کتابچوں اور  
پوسٹروں وغیرہ سے ترتیب دی گئی "الدین الخالص" نامی کتاب کی دوسری  
نقطہ البوجابر داناوی نے شائع کی ہے ہو سکتا ہے اب تک قیروں کے ذریعہ  
مردہ پرستی، تعویذات اور دیگر ذریعوں سے دین فروشوں نے دالوں اور کچھ

لے داناوی کو اپنی اس کتاب کا نام "الدین الخالص" کے بجائے "الدین الخالص"  
دکھنا چاہیے تھا کیونکہ اس کتاب میں ڈاکٹر عثمانی مرحوم کے بعض میں رائج الوقت  
بدعتیں کی حمایت کر کے موجودہ فرقوں اور عوام الناس کی خوشنودی اور سستی  
شہرت حاصل کرنے کے لیے جو کادینے والا انداز اپنایا گیا نیز قیمت اور تحویری  
مواد کے لحاظ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف دنیا کمانے اور دنیا والوں کو خوش

مسک پرستوں نے داناوی صاحب کو اس کار نمایاں پر شاہش بھی دی ہے  
بہر حال ادھی کتاب میں البوجابر داناوی نے "الدین الخالص" پہلی نقطہ کے دلائل  
دہرائے ہیں اور بقیہ ادھی کتاب میں مختلف فرقوں اور جماعتوں کے علماء اور  
مشائخ کے فتوؤں کے عکس چھاپ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ  
ان مختلف مسالک کے علماء اور مشائخ نے ڈاکٹر عثمانی (مرحوم) کو کافر کہا ہے۔  
اس لیے ڈاکٹر عثمانی کافر ہیں اور یہ لکھا ہے کہ ڈاکٹر عثمانی (مرحوم) نے چونکہ ان  
تمام فرقوں اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی اور تبلیغی جماعت وغیرہ کے ماننے  
والے "مؤمنین" سے الگ راہ اختیار کی ہے اس لیے وہ گمراہ ہو گئے ہیں بلکہ  
صاحب کتاب نے کچھ یہاں تک مبالغہ آرائی کی ہے کہ ڈاکٹر عثمانی "مغتریب  
نبوت کا اعلان کرنے والے ہیں اور لکھا ہے کہ یہ ساری ریل ریل دولت کی  
ہے۔ ڈاکٹر عثمانی کی دفات کے ساتھ ہی یہ تحریک ختم ہو جائے گی اور کھانے  
پینے والے پروانے اڑ جائیں گے کسی نے سچ کہا ہے کہ بلی کو خواب میں چھیڑے

کرنے کے لیے لکھی گئی ہے۔

لے خاص طور سے بڑے بھائی طیب کمال عثمانی نے خوب داد دی ہوگی  
جس نے "الدین الخالص" کو ترتیب دینے میں البوجابر کی خوب مدد کی ہے اور  
ڈاکٹر عثمانی مرحوم کی پرانی (غضب کردہ) کتابوں کے نوٹوائیٹنگ لکھوا کر اس کے  
حوالے کئے ہیں کیونکہ یہ کتابیں صرف کمال عثمانی کے قبضے میں ہیں۔ کمال عثمانی  
(امیر حزب اللہ) ڈاکٹر عثمانی مرحوم کی دشمنی میں اس قدر اگے بڑھ گئے ہیں کہ اگر کوئی  
نیا آدمی اس کی جماعت میں شامل ہونا چاہے تو صرف اس نے شخص (مرد) سے  
پہلے ڈاکٹر عثمانی کو گالیاں دلاتا ہے (جس طرح معین الدین حسینی اپنے نئے مرید سے



ہی نظر آتے ہیں (البوجاہر کی نظر کچھ اپنی ہی تماش کے لوگوں پر ہوئی ہوگی کیونکہ ان کا اپنا معاملہ بھی کچھ اس سے مختلف نہ تھا) بہر حال اللہ کے فضل و کرم سے ان کے لگائے ہوئے دونوں الزامات غلط ثابت ہوئے۔ ڈاکٹر عثمانی نے اللہ کی توفیق سے قرآن و حدیث کی روشنی میں توحید کی جو ستمخ روشن کی تھی، ان کی وفات کے بعد بھی وہ روشن ہے اور توحید کے پر دانے اس کے گرد جمع ہو کر اپنے تلوپ کو منور کرنے کے بعد اس کی روشنی کو پھیلا رہے ہیں اور اس طرح اللہ کا شکر ہے کہ دعوت حق کی تحریک کا کام مزید بڑھ رہا ہے

البوجاہر صاحب نے بلا ضرورت و جواز "عذاب قبر" اور "قبر" کو ثابت کرنے کے لیے بڑی خامہ فرسائی کی ہے حالانکہ ڈاکٹر عثمانی نے نہ تو قبر کا اور نہ ہی "عذاب قبر" کا انکار کیا ہے بلکہ انھوں نے اپنی کتاب کا عنوان ہی "عذاب قبر" رکھا ہے جس کے سرورق پر حدیث البخاری کے حوالے سے واضح الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ "عذاب القبر حق" اور کتاب کے اندر لکھا ہے ثُمَّ امَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ (علیس: ۲۱) اس طرح قرآن و صحیح حدیث کے دلائل دے کر یہ ثابت کیا ہے کہ مرنے کے بعد انسان قیامت سے پہلے نہیں بلکہ قیامت کے دن زندہ ہوگا اور اس دوران عذاب و راحت کا معاملہ اس دنیا دی گڑھے میں دنیاوی بدن کے ساتھ نہیں بلکہ برزخ میں ہوتا ہے۔ البوجاہر دامانوی نے اپنی اس کتاب

پشتی رسول اللہ کا نذرہ لگواتے تھے) اس کے بعد اسے ممبر بناتا ہے۔

لے عثمانی نے کہیں یہ نہیں لکھا ہے کہ مرنے سے مرخ سے یا خلا سے اٹھائے جائیں گے۔

میں فریب کاری اور تقیہ بازی کا خوب مظاہرہ کیا ہے لیکن قربان باڈوں کا ثنات کے ذوالجلال رب کے جس نے قرآن میں اعلان کر دیا ہے کہ حق غالب ہو کر رہتا ہے اور باطل کو آخر کار مٹ جاتا ہے إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زُهْوَ قَا (بیشک باطل کو مٹ جاتا ہے) وَ يَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَ يَمْحَقُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتٍ ط اور اللہ اپنی باتوں (مدد) سے باطل کو نابود اور حق کو ثابت کر دیتا ہے۔ (الشوری: ۲۵)

دامانوی نے اپنی کتاب کے آخر میں خود اعتراف کر لیا ہے کہ ڈاکٹر عثمانی کا دو موتوں اور دو زندگیوں والا عقیدہ بالکل درست ہے اور یہ مرد کے ساتھ روح کے تعلق کا کوئی واضح اشارہ کسی حدیث میں نہیں ملتا۔

قبر پرستوں اور فرقہ پرستوں کی وکالت کرنے کے لیے البوجاہر نے اپنی کتاب کی ضروری وضاحت میں اسلام پر زندہ رہنے اور ایمان پر موت کی دعا کی ہے لیکن یہ وضاحت نہیں کی کہ کون سے اسلام اور ایمان پر اہلحدیثوں کے اسلام اور ایمان پر دلو بندوں کے اسلام اور ایمان پر یا مریٹوں کے اسلام اور ایمان پر۔ (یاد رہے کہ یہ تمام فرقے اکیس دوسرے کو کافر اور گمراہ کہتے ہیں) انہی فرقوں اور سکول کے علماء اور مفتیوں نے توحید کے علمبردار اللہ کے نیک بندے ڈاکٹر عثمانی پر کفر کے فتوے لگائے ہیں۔ آئیے ہم قرآن سے معلوم کرتے ہیں کہ کیا ان لوگوں کی اکثریت نے کبھی ایمان و توحید کے پیغام کو ٹھنڈے پیوٹوں برداشت کیا ہے اور کیا دنیا دار فرقہ پرست علماء کے فتوؤں سے اللہ کا کوئی نیک بندہ کافر و گمراہ بن جاتا ہے؟

سب سے پہلے ہم قرآن سے اللہ کے پیغمبر نوح علیہ السلام کا حال پوچھتے ہیں جو اپنی قوم کو ساڑھے نو سو سال تک ایک اللہ کی طرف بلاتے رہے



لَقَدْ رَاٰ عِبَادُ اللّٰهِ مَا لَكُمْ مِنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ ط کہ ”اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی کرو اس کے علاوہ تمہارا اور کوئی معبود نہیں ہے۔“  
قرآن فرماتا ہے کہ اس سادہ اور چھری بات کو ماننے کی بجائے قوم کے سرداروں، مغزین اور قوم والوں نے نوح علیہ السلام کی مخالفت شروع کر دی اور انہیں پاگل قرار دیا۔ وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَاِنْ رٰجِدْہٗ (القمۃ: ۹)۔

انھوں نے نوح علیہ السلام پر گمراہی کے فتوے لگائے اور کہا اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ کہ ”ہم تمہیں کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔“ یعنی تمہیں ہدایت یافتہ نہیں بلکہ گمراہ سمجھتے ہیں یہی نہیں بلکہ وہ نوح علیہ السلام اور ان کے ماننے والے مسلمانوں کو گالیاں دیا کرتے تھے۔۔۔ وَمَا نُرٰکَ اَتَّبَعٰکَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَادُوْا لِنَاکَ بَادِیَ السَّارِیِّ (ہود: ۲۷) ”اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے (ساتھی) پیروکار ہم میں ادنیٰ درجے کے لوگ ہیں اور وہ بھی عقل و شعور سے عاری (بیوقوف اور جاہل ہیں) یعنی نہ تم میں کوئی مغز اور سمجھدار آدمی موجود ہے اور نہ کوئی سند یافتہ عالم یہ وہی دو الفاظ سیکھ کر سارے لوگوں کو کافر و مشرک کہتے ہو قوم نے نوح علیہ السلام سے یہ بھی کہا کہ لَیْسَ بِکُمْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰهِ فَکَیْفَ تَدْعُوْنَہٗ

اے نوح علیہ السلام کی قوم اللہ کے علاوہ پانچ اولیاء اللہ کو پکارا کرتی تھی ان کا عقیدہ تھا کہ یہ اولیاء اللہ قبروں میں زندہ ہیں۔ اپنے پاس آنے والوں کی سنتے ہیں، ان کو پہچانتے ہیں، مدد کرتے ہیں، چھولیاں بھر کر دیتے ہیں اسی وجہ سے وہ لوگ ان دفات شدہ نیک لوگوں کو پکارا کرتے تھے۔

کُنْتُ جَکَلًا لَّکَ ”اے نوح! تم نے ہم سے بہت بحث مباحثہ، جھگڑے اور مناظرے کیے۔“ ہم تمہیں قائل کر سکے اور نہ تم ہمارے سامنے کوئی ٹھوس ثبوت پیش کر سکے، ہم تمہیں چھوٹا سمجھتے ہیں اور تمہاری کسی بات اور دلیل کو نہیں مانتے فَاتَّبَعْنَا بِمَا لَعَدُوْنَا اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ لے اؤ ہم پر وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم اپنے دعوئے رسالت میں سچے ہو“ (ہود: ۲۲)

چنانچہ قرآن بتاتا ہے کہ نوح علیہ السلام کی بات بہت کم لوگوں نے مانی تھی۔ وَمَا اٰمَنَ مَعَهٗ اِلَّا قَلِیْلٌ ۝ اور اس (نوح) کے ساتھ بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے (ہود: ۴۰) اور قوم کی اکثریت نے اپنے اس خیر خواہ کو سختی کے ساتھ بنیہ کی کہ لَیْسَ بِکُمْ اِلٰہٌ غَیْرُ اللّٰهِ فَکَیْفَ تَدْعُوْنَہٗ لَکَ کُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِیْنَ ط ”اے نوح! اگر تم انوحید کی تبلیغ سے باز نہ آئے تو سنگسار کر دیے جاؤ گے“ (الشعراء: ۱۱۶)

آخر کار نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سخت رویے، ان کی مخالفت اور نفرت سے تنگ آکر اپنے رب کو پکارا کہ اے میرے رب! میں نے دن رات ایک کر کے گیلوں میں، پورا ہوں پر، ان کی اجتماع گاہوں میں سختی سے، نرمی سے، زور سے اور آہستہ غرض قوم کے ایک ایک فرد کے دروازے پر جا کر تیری توحید بیان کی تیرا پیغام پہنچا یا ہے لیکن میری سرکش اور کافر قوم حق بات کو ماننے کے بجائے میری اور میرے ساتھیوں کی جانوں کے درپے ہو چکی ہے۔ اے میرے رب! فَاصْرِفْ بِکَیْنِیْ وَبِکَیْنِہُمَا فَاصْرِفْہُمَا عَنْ رَعٰیہٖمَا وَاصْرِفْ عَنْ رَعٰیہُمَا اِنَّہُمَا قَوْمٌ فَاسِقٰۗیْنِ ۝ تو میرے اور ان (میری قوم) کے درمیان کھلا فیصلہ کر دے اور مجھے اور میرے ایماندار ساتھیوں



۱۱۸) (الشعراء : ۱۱۸)

اس طرح قرآن سے ثابت ہوا کہ قوم کے مغرین، علماء و مشائخ، سرداروں اور ان کے ساتھ قوم کی اکثریت نے نوح علیہ السلام اور ان کے ماننے والوں کو کافر، گمراہ اور جاہل قرار دیا تھا جب کہ نوح علیہ السلام کے سچے پیغمبر اور ان کے ماننے والے سچے ایماندار تھے۔

نوح علیہ السلام کے بعد جب ہود علیہ السلام نے اپنی قوم (عاد) کو شرک و کفر سے منع کیا اور ایک اللہ کی طرف بلایا تو قوم کی اکثریت اور ان کے بڑوں نے اپنے پیغمبر پر گمراہی اور کفر کے فتوے لگائے۔ قرآن ہمیں بتلاتا ہے کہ انھوں نے ہود علیہ السلام کو جواب دیا کہ

لِمَصُودٍ مَا جِئْنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي  
الْجِبْتِ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ وَمَا نَحْنُ بِمُؤْمِنِينَ ۝  
”اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی واضح دلیل نہیں لاتے اور ہم (صرف) تمہارے کہنے پر نہ اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں۔“ (ہود : ۵۳)

یہاں تک کہ قوم عاد کے سرداروں اور کابریں نے اجونوح علیہ السلام اور ان کی کشتی میں نوح جانے والے مومنوں کی اولاد میں سے تھے اور علی الاعلان گمراہی اور جہالت کا فتویٰ لگایا اور کہا اِنَّا لَنَرُكَ فِي سَفَاهَةٍ وَاِنَّا لَنُظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ”تم ہمیں حق نظر آتے ہو اور ہم تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔“ (الاعراف : ۶۶) یعنی تمہاری باتوں میں کوئی خاص وزن نہیں ہے نہ تم کوئی بڑے عالم یا مشہور آدمی ہو اور ہمارے سامنے تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے اور ہمارا تو خیال

۱ ہے کہ ہمارے کسی معبود نے تمہیں دیوانہ کر دیا ہے اس لیے تمہاری یہ ساری باتیں ہماری نگاہوں میں دیوانے کی بڑے زیادہ حیثیت نہیں رکھتیں قرآن بتلاتا ہے کہ قوم عاد کی اکثریت نے انہودم تک اپنے پیغمبر ہود علیہ السلام کو جاہل، گمراہ اور دیوانہ سمجھا اور ان کی بات نہ مانی لیکن اللہ کے ہاں وہ سچے رسول اور ان کے ساتھی ایمان لانے والے سچے مومن تھے چنانچہ اللہ نے ان کو بچا لیا اور قوم عاد کی اکثریت پر دنیا میں بھی لعنت برسائی گئی، ان پر عذاب آیا اور قیامت کے دن بھی وہ اسی کے مستحق ہوں گے۔ وَابْعَثُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيَمَةِ ط (ہود : ۶۰)  
ہود علیہ السلام کے بعد اللہ کے نبی صالح علیہ السلام نے اپنی قوم (ثمود) کو اللہ واحد کی بندگی کی طرف بلایا اور اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کی بندگی کرتے سے منع فرمایا لیکن قوم کے لوگوں نے خاص کر قوم کے بڑے لوگوں نے صالح علیہ السلام کی بات کو ماننے سے انکار کیا اور ان کی سخت مخالفت شروع کر دی۔ قوم کے لوگوں نے صالح علیہ السلام کی دعوت حق کے جواب میں یہ دلائل دیے کہ کیا ہمارے باپ دادا اور ہمارے علماء و مشائخ کچھ نہیں سمجھتے اور ان کے مقابلے میں ایک تم اور تمہارے یہ جید کمزور اور عزیز ساتھی ہی سمجھدار ہو۔ اللہ کی کتاب بیان کرتی ہے کہ قوم کے بڑوں نے صالح علیہ السلام کے ایماندار ساتھیوں سے کہا کہ صالح گمراہ ہو گئے ہیں ان کی تمام باتیں غلط ہیں اس لیے ان سے الگ ہو جاؤ ورنہ یہ تمہیں بھی گمراہ اور بے دین کر دیں گے۔ لیکن اللہ کے ان مومن بندوں نے ان منکار دنیا دار اور بلیہ و رندہ ہی پیشواؤں کو دھڑوک الفاظ میں جواب دیا کہ ہم نے سوچ سمجھ کر صالح علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا ہے ہم انھیں اللہ



کا سچا رسول سمجھتے ہیں (الاعراف) قوم ثمود کی اکثریت اپنے اس خیر خواہ پیغمبر کو جھٹلاتی رہی یہاں تک کہ اللہ نے عذاب کے ذریعہ اس نافرمان، کافر و مشرک قوم کو نیست و نابود کر دیا اور صالح علیہ السلام اور ان کے اہل ایمان ساتھیوں کو اپنی رحمت سے نوازا اور عذاب سے بچا کر عرث کے ساتھ زمین کا وارث بنا دیا۔

اسی طرح قرآن ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرماتا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو کفر و شرک سے باز رہنے اور اللہ وحدہ لا شریک کی بندگی کی تلقین کی لیکن قوم والوں نے ان کی دعوت پر توجہ دینے کے بجائے ان کی ہنسی اُٹائی۔ اللہ کے اس خلیفہ بندے نے اپنی قوم کو شرک سے باز رکھنے کے لئے حملی قدم بھی اُٹھایا اور قوم کے تمام معبودوں (بتوں) کو ریزہ ریزہ کر کے اور نصیحت کے طور پر بڑے بت کو سلامت چھوڑ کر مسیحوڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا تاکہ قوم کو عقلی دلیل اور ثبوت کے ساتھ آسانی سے سمجھایا جاسکے یہاں تک کہ وہ گھڑی بھی آتی ہے جس کے لئے ابراہیم علیہ السلام نے یہ سارا معاملہ کیا تھا۔ قوم کے لوگوں نے اپنے داناؤں، دستگیروں، مشکل کشاؤں اور حاجت رواؤں کی یہ دُرگت دیکھ کر ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا کہ اے ابراہیم! کیا تو نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے بڑے سکون سے پوری قوم کو جواب دیا کہ مجھ سے کیا پوچھتے ہو تمہارے سامنے پیران پیر (بڑا بت) کھڑا ہے اسی سے پوچھ لو وہ تمہیں سب کچھ بتا دے گا۔ قرآن بیان کرتا ہے کہ یہ سنکر انھوں نے دل میں تسلیم کر لیا فقہا لواء کہنے لگے اِنَّكُمْ اَنْتُمْ اَصْلَ الْمُؤْمِنِ (دل ہی دل میں اکیس دوسرے کو علامت کرنے لگے کہ) واقعی تم ہی ظالم ہو۔ کراہیے

معبودوں کی بندگی کرتے ہو اور ان سے مدد کے طلب گار ہو جو آج ہیں اپنے دشمن کا نام تک نہیں بتا سکتے چنانچہ شرمندہ ہو کر سر جھکا لیا اپنی بد عقیدگی کا اعتراف کر لیا لیکن اس کے باوجود بھی ابراہیم علیہ السلام سے کہتے ہیں لَعَنَ عَمَلَتْ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ ۝ کہ اے ابراہیم! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ یہ بول نہیں سکتے۔ (الانبیاء: ۶۵) اس پر ابراہیم علیہ السلام نے ان کو جواب دیا کہ انہوں نے تم پر اور تمہاری عقل پر کد م اس الحی القیوم، السميع الخیر، البصیر، العليم ذات (اللہ وحدہ لا شریک) کو چھوڑ کر ایسوں کی بندگی کرتے ہو جو کچھ بھی نہیں کر سکتے، بے اختیار دے خبر ہیں اس طرح ابراہیم علیہ السلام نے انھوں سے دلائل سے علی مظاہرہ کر کے قوم کو سمجھایا کہ تم سب غلطی اور گمراہی پر ہو جس کا قوم نے دل میں اعتراف بھی کیا لیکن اس کے باوجود اپنے جھوٹے پندار کے دفاع میں باطل عقیدے پر قائم رہی اور انھوں نے فیصلہ کر دیا کہ ابراہیم گمراہ اور دین کے باغی ہیں اور اعلان کیا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْا ... اِلٰهَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ فٰخِلِیْنَ ۝ کہ اگر تمہیں اپنے معبودوں کی عزت کا کچھ پاس ہے اور ان کا انتقام لینے کے لئے کچھ کرنا ہے تو اس کو (ابراہیم کو) جلاؤ اور اپنے معبودوں کی مدد کرو۔ (الانبیاء: ۶۸) چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو گرفتار کر کے آگ میں پھینک دیا گیا لیکن جس زندہ جاوید رب کے وقار کے لئے ابراہیم علیہ السلام یہ سب کچھ کر رہے تھے وہ یہ سارا نظارہ دیکھ رہا تھا کہ کائنات کے ذرے ذرے کے خالق و مالک نے آگ کو حکم دیا: یٰنَادِکُوْنِیْ بُرْدًا وَسَلٰمًا عَلٰی اٰبْرٰہِیْمَ ۝ کہ اے آگ! (میرے خلیفہ بندے) ابراہیم پر سلامتی



کے ساتھ ٹھنڈی ہو جا۔ قرآن بیان کرتا ہے کہ پوری آبادی کے لوگ ابراہیم علیہ السلام کو باغی اور گمراہ سمجھ کر جلاؤ انا چاہتے تھے لیکن اللہ نے اپنے اس مسلم اور مکیسوت کو ان کے مکرو فریب اور بری چالوں سے بچالیا اور انکی قوم کو دنیا و آخرت کی رسوائی اور خسارے سے دوچار کر دیا۔

ابراہیم علیہ السلام کے زمانے ہی میں اللہ کے ایک اور پیغمبر لوط علیہ السلام نے جب اپنی گمراہ قوم کو شرک، کفر اور بے حیائی کے کاموں سے باز رہنے کی نصیحت کی تو پوری قوم نے لوط علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور مخالفت شروع کر دی۔ قوم کے بڑوں نے لوط علیہ السلام اور ان کی بات ماننے والے مسلمانوں کے خلاف فتویٰ دیا "اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ دِيَارِنَا" اُن کو (لوٹ) اور ان کے ساتھ قبول کو) اپنے علاقے سے نکال دو یہ بڑے پاکیزہ بنتے ہیں۔ (الاعراف: ۸۲) یعنی لوط اور اس کے ماننے والے خود گمراہ ہیں۔ ان کا ہمارے درمیان رہنا ہمارے لئے نقصان دہ ہے، یہ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔ انھوں نے واضح طور پر لوط علیہ السلام سے کہا کہ ہم آپ کے کہنے سے ہرگز اپنے عقائد اور کونوٹوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں قوم کے بے حیائی اور بے شرمی پر مبنی افعال پر ٹوکتے ہوئے ایک موقع پر لوط علیہ السلام نے ان کو یہاں تک کہا "اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ زَكِيٌّ" کہ کیا تم میں ایک بھی شریف (حیا دار) آدمی نہیں ہے؟ (ہود: ۷۸)

قرآن بتلاتا ہے کہ قوم لوط (علیہ السلام) نے اپنے خیر خواہ پیغمبر کی بات نہیں مانی اور شرک اور بے حیائی کے کاموں پر جمی رہی تو

اللہ نے ان پر آسمان سے پتھر برسائے اور اس طرح اپنے عذاب کے ذریعہ ان کو فنا کر دیا۔

اسی طرح قرآن میں شعیب علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے جنھوں نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی بندگی کرنے اور اس سے ڈرنے کی نصیحت کی اور اللہ کے احسانات یاد دلانے کہ میری قوم! اللہ نے تمھیں سب کچھ دیا ہے اس لئے ناجائز اور حرام طریقوں سے مال نہ کماد۔ جائز اور حلال طریقوں سے لین دین کرو، ناپ اور تولیہ انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو۔ اللہ پر مکمل بھروسہ رکھو، اللہ تمھیں اس سے بھی زیادہ خوشحالی اور ترقی عطا فرمائے گا لیکن قوم کے لوگوں نے اللہ کے سچے پیغمبر شعیب علیہ السلام پر ایمان لانے کے بجائے ان کو دھکیلا دینی شروع کر دیں اور قوم کے سردار اور بڑے لوگ انھیں ڈرانے لگے۔ لَعَنَّاكَ يٰ اَيُّهَا الشَّيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيٰتِنَا۔ کہ اے شعیب! اگر تم اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو ہم تم کو اور جو تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو اپنے شہر سے نکال دیں گے اَوْ لَتَعُوْذُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا۔ (یا تم) توبہ کر کے (ہمارے مذہب میں شامل ہو جاؤ۔) (الاعراف: ۸۸)۔ کبھی وہ شعیب علیہ السلام کے ماننے والوں کو اس طرح سمجھاتے کہ شعیب گمراہ ہو گئے ہیں اور ان کی باتوں پر ایمان لا کر تم بھی گمراہی کی موت مر گے لٰكِنَّ اَتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذَا اَلَّيْتُمْ سَوْفَ تَكُوْنُوْنَ اِلٰهًا۔ اگر تم نے شعیب کی پیروی کی تو تم۔۔۔ خسارے میں پڑ جاؤ گے۔ (الاعراف: ۹۰) اور کہیں پردہ شعیب علیہ السلام کو یوں جواب دیتے۔ لَشُعَيْبٌ اٰصْلُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ تَذَلُّكَ مَا يَعْجِدُ اَبَا عَوْفَا اِنْ تَفْعَلْ فِیْ اَمْوَالِنَا



مَا لَشَوْءٍ اِطَّاعَ اے شعیب! کیا تمہیں تمہاری نازیہ سکھاتی ہے (کہ تم میں یہ تباہی) کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم ان کو چھوڑ دیں یا اپنے مال کو اپنی مرضی سے خرچ نہ کریں۔ (ہود: ۸۷) یعنی یہ سراسر ہماری مرضی کا معاملہ ہے، مال ہمارا اپنا ہے ہم چاہے غیر اللہ کے نام کی نذر دنیا ز دیں، کسی قبر یا مزار پر شیرینی بانٹیں، جانور ذبح کریں، تو الیال کریں، مزاروں پر قیمتی شالیں چڑھائیں یا دنیا کے عیش اڑائیں، تم کون ہو میں مشرک، بدعتی عیاش اور بدکردار کہنے والے؟

غرض مدین والے اللہ کے سچے رسول شعیب علیہ السلام کی مخلصانہ نصیحتوں پر ایمان نہیں لائے اور انہوں نے ان کی دعوت کا یہ جواب دیا کہ ۱۰ اے شعیب! ہم نے تمہاری بہت تقریریں اور نصیحتیں سن لیں تمہارے خیال میں ہم اور ہمارے یہ سارے علماء اور مشائخ کافر و مشرک ہیں۔ سن لو! تم اور تمہارے ساتھی ذمال و دولت میں ہم سے زیادہ ہو، نہ تعداد میں اور نہ طاقت میں ابھی تک اگر ہم نے تمہیں برداشت کیا ہے تو یہ محض تمہارے خاندان اور برادری کی وجہ سے جو ہمارے ہم عقیدہ اور ہم مسلک ہیں ورنہ ہم کب کا تمہیں سنگسار کر دیتے وَلَوْ لَا رَهْطُكَ لَرَجَمْتُكَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بِحِزْنٍ ۝ اور اگر تمہارا خاندان نہ ہوتا تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیتے اور تمہیں ہم پر غلبہ حاصل نہیں (ہود: ۹۱)

قرآن بیان کرتا ہے کہ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو آخر وقت تک ہمدردی سے سمجھایا کہ اے میری قوم! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تمہارے دلوں میں اللہ سے بڑھ کر انسانوں کا خوف اور لحاظ ہے تم نے اللہ کو بھلا دیا ہے جو تمہارے سارے اعمال کی نگرانی کر رہا ہے کیا تم قوم

نوح، قوم ہود اور قوم صالح کے انجام سے بے خبر ہو؟ اور قوم لوط کا زمانہ تو تم سے کچھ دور نہیں وَمَا تَقَوْمُ لُوطٍ مِنْكُمْ بِبَعِيدٍ اور کہا وَاسْتَخَفُّوْا رَجُلًا مِّنْكُمْ ثُمَّ تَوَكَّلُوْا عَلَیْهِ ط اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَكَوْذُوبٌ کہ (۱) اے میری قوم! اپنے پروردگار سے معافی مانگو اور اس کی طرف رجوع کرو، بیشک میرا رب مہربان اور محبت کرنے والا ہے۔ (ہود: ۸۹، ۹۰)

مدین والوں نے اپنے اس خیر خواہ بھائی اور اللہ کے رسول شعیب علیہ السلام کی نصیحت بھری باتوں کی پروا نہیں کی اور آخر وقت تک اپنے مزاروں اور علماء و مشائخ کی اندھی تقلید کرتے رہے اور باپ دادا کے راستے پر جمے رہے یہاں تک کہ اللہ نے اپنا عذاب بھیج کر مدین کے بڑے بڑے صنعتکاروں، تاجروں، حکمرانوں، مذہبی پیشواؤں اور ان کی پیریزی کرنے والوں سب کو ہلاک دہرا کر دیا اور اپنی رحمت سے شعیب علیہ السلام اور ان کے ماننے والے کو محفوظ رکھ دیا۔

قرآن نے موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بھی بیان کیا ہے کہ اُنھوں نے اپنے وقت کے طاغوت اور ظالم ترین حکمران فرعون کو کفر و شرک اور ظلم و فساد سے منع کیا لیکن فرعون اور اس کے درباریوں نے موسیٰ علیہ السلام پر جادوگر اور جھوٹا ہونے کا الزام لگایا اور انھیں اللہ کا رسول ماننے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ فرعون نے اپنے ملک کے تمام بڑے بڑے جادوگروں سے موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ بھی کروایا۔ مقابلے کے وقت یوسی، ابادی، اکیطرت اور موسیٰ اور ہارون علیہما السلام دوسری طرف کھڑے تھے۔ سارے لوگ اپنے امام اور حکمران فرعون اور جادوگروں کے حق میں اور موسیٰ علیہ السلام کے خلاف



نہ لگا رہے تھے، بحیثیت انسان موسیٰ علیہ السلام اتنے سارے لوگوں کی مخالفت سے گھبراتے تھے لیکن رب ذوالجلال نے اپنے بندے کو تسلی دی **يَا مُوسَى لَا تَحْزَنْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى** کہ "اے موسیٰ! خوفزدہ نہ ہو، بیشک تم ہی غالب رہو گے۔" (طہ : ۶۸)

چنانچہ موسیٰ علیہ السلام اور ان مابہر جادوگروں کے درمیان مقابلہ شروع ہوتا ہے اور اللہ کی مدد سے موسیٰ علیہ السلام کی لاکھٹی ان کے تمام جادو کو بے اثر کر دیتی ہے اس حقیقت کو دیکھ کر وہ خوش قسمت انسان (جو کچھ دیر پہلے دنیا پرست جادوگر تھے) فوراً سجدے میں گر گئے اور بیکار اُٹھے **اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ لَا رَبَّ مُوسٰى وَ هَارُونَ** "ہم ایمان لائے پروردگارِ عالم پر، جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے۔" (الاعراف : ۱۲۱، ۱۲۲) اس طرح موسیٰ علیہ السلام اللہ کی مدد سے فرعون اور اس کی پوری قوم سے مقابلہ میں جیت گئے جس کے بعد چاہیے تو یہ تھا کہ فرعون اور اس کی قوم بھی جادوگروں کی طرح حقیقت کو تسلیم کر کے ایمان لے آتے مگر ظالم فرعون نے اس کے برعکس ان ایمان لانے والے جادوگروں کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا اور ان سے کہا **لَا تَقْطَعْنَ اَيْدِيَكُمْ وَاَنْجِلْكُم مِّنْ خِلَافِ ثَمَّ لَا صَلَّيْتُكُمْ اَجْمَعِيْنَ** کہ "میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹا دوں گا پھر تم سب کو سولی پر چڑھا دوں گا۔" (الاعراف : ۱۲۴)

لیکن اللہ کے ان ایماندار بندوں نے (محضوں نے) کچھ ہی دیر پہلے ایمان قبول کیا تھا، فرعون کو جواب دیا کہ کوئی پرواہ کی بات نہیں، ایمان لانے کے جرم میں تم جو سوک چاہو ہم سے کر دو، ہم اس سے پلٹنے والے نہیں، ہم تو

اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جاننا لے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ اس ایمان کی وجہ سے ہمارا پروردگار ہمارے گناہوں کو معاف فرمادے گا۔ اسی طرح قرآن میں موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے ایک مرد مومن کا حال بیان ہوا ہے جو فرعون کی قوم میں سے تھا۔ اس وقت قوم میں صرف یہ ایک اللہ کا بندہ موسیٰ علیہ السلام کی دعوت پر ایمان لایا تھا اور اس نے اپنے ایمان کو اس وقت ظاہر کیا جب فرعون اور اس کے فریوول اور مشیروں نے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اللہ کے اس مومن بندے نے فرعون اور اس کے درباریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا **اَفَقَتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَقُوْلَ رَبِّيْ اَللّٰهُ** "کیا تم لوگ ایک شخص (موسیٰ علیہ السلام) کو صرف اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ میرا رب ہے؟" (المومن : ۲۸) پھر اس مرد مومن نے اپنی قوم کو نصیحت کی کہ میری قوم! اگر تم موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں مانتے ہو تو میری بات مانو، میں تمہارا اپنا قومی بھائی ہوں، تمہیں بھلائی کا راستہ دکھاؤں گا۔ میری قوم! مجھے تمہارے بارے میں پچھلی قوموں، قوم نوح اور عاد و ثمود کی طرح کے عذاب کا ڈر ہے تم نے (یعنی تمہارے باپ دادا نے) اس سے پہلے یوسف علیہ السلام کو بھی جھٹلایا تھا۔ آج دنیا کے مال دولت اور اقتدار نے تمہاری آنکھوں اور عقول پر پردہ ڈال رکھا ہے یا درکھو کہ یہ ساری چیزیں عارضی ہیں، ہمیشہ کی زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔ آج موقع ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول (موسیٰ علیہ السلام) کی بات مان کر اللہ پر ایمان لے آؤ۔ اس طرح آخرت میں اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنی لازوال جنتوں کا وارث بنا دے گا لیکن ان طاغوت پرستوں اور دنیا داروں نے اللہ کے اس مومن بندے کی بات ماننے کے بجائے خود اسے اپنے دین



میں واپس لانے کی کوشش کی اس مرد مومن نے ان سے کہا اَوْ لَيْقَوْمًا  
 اَدْعُوَكُمْ اِلَى الْاِنْفَاةِ - کہ "اے میری قوم! میرا کیا معاملہ ہے کہ میں  
 تم کو جنت کی طرف بلاتا ہوں۔ وَ تَدْعُونَنِي اِلَى الْمَنَارَةِ  
 جب کہ تم مجھے (دوزخ کی) آگ کی طرف بلاتے ہو

وَ اَنَّا اَدْعُوَكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ اور میں تم کو زبردست  
 اور سختی والے (مہربان رب) کی طرف بلاتا ہوں۔ ۲ المؤمن : ۴۱، ۴۲

اسخبرکار اس مرد مومن نے ان سے کہا کہ سن لو اگر آج تم نے میری  
 یہ سیدھی سی ایمان کی بات نہ مانی تو کھل تبت! کو ضرور مانو گے فَتَذَكَّرُوْنَ  
 مَا اَقُولُ لَكُمْ وَ اَتَوَصَّيْ اَهْلِيْ اِلَى اللّٰهِ اِنْ اللّٰهُ  
 لَبَصِيْرٌ بِالْعِبَادِ - ۵۔ جو بات میں تم سے کہتا ہوں تم اسے (آگے  
 چلو) یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں بیشک اللہ اپنے  
 بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ (المومن : ۴۴)

فرعون، قوم کے سرداروں اور دوسرے لوگوں نے موسیٰ علیہ السلام  
 و ہارون علیہ السلام اور اہل ایمان کو گمراہ اور غلط سمجھ کر نقصان پہنچانے کی کوشش  
 کی لیکن اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور ایمان والوں کو سمندر میں راستہ دے کر  
 بچالیا اور فرعون کو اس کے لاؤشکر سمیت غرق کر دیا۔

اسی طرح سورۃ الیسین میں تین پیغمبروں کا ذکر ہے اُنھوں نے  
 ایک گاؤں کے رہنے والوں کو کفر و شرک سے منع کیا اور ایمان کی دعوت  
 دی۔ گاؤں والوں نے ان تینوں پیغمبروں کو تھکلا دیا اور کہا کہ تم مصلیٰ حیثیت  
 کے لوگ ہو، رحمن نے تمھیں پیغمبر نہیں بنایا ہے، تم جھوٹ بولتے ہو، تم  
 تینوں جاہل، گمراہ اور منحوس ہو اور تمہاری ان باتوں سے ہمارے بابا حضرات

ناراض ہو گئے ہیں، جس کی وجہ سے ہم پر آفتیں اور مصیبتیں نازل ہوتی ہیں  
 خبردار! اگر تم ہمارے بڑوں اور باباؤں کے خلاف بولنے اور گستاخی کرنے  
 سے باز نہ آئے اور آئندہ ہمارے سامنے توحید بیان کی تو ہم تمھیں سنگسار  
 کر دیں گے۔ قرآن بیان فرماتا ہے کہ اس بستی میں ان تین پیغمبروں کی  
 دعوت پر ایک آدمی ایمان لایا اور اس ایماندار شخص نے بھی اپنی قوم کو اللہ  
 کے مقابلے میں دوسروں کو پھارنے سے منع کیا۔ قوم کے لوگوں نے اس مومن  
 شخص کو ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی اور اس سے کہا کہ تم بھی ان پیغمبروں  
 کی بات مان کر بے دین اور گمراہ ہو گئے ہو پہلے تو ہم تمھیں سمجھاتے ہیں کہ  
 اپنے باپ دادا کے دین میں واپس آ جاؤ ورنہ ہم تمھیں بھی سنگسار کر دیں  
 گے لیکن اس مومن جو انہوں نے پوری قوم کو جواب دیا کہ اگر میں نے ایک اللہ  
 کو چھوڑ کر تمہارے خود ساختہ معبودوں کو پکارنا شروع کیا تو پھر اِنْفِ  
 اِذَا لَقِیْتُ صُلَيْبُ مَبِیْنٍ - میں بھی کھلی گمراہی میں ہوں گا جس طرح  
 تم سب گمراہ ہو۔ اِنِّیْ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْا - سن لو!  
 میں نے تمہارے رب پر اعلانیہ ایمان  
 لایا چکا ہوں۔

یہ سنتے ہی وہ سارے لوگ اس مرد مومن پر ٹوٹ پڑے اور  
 اس کو شہید کر دیا اللہ نے اس کے لیے حکم فرمایا قَتِلْ اَدْخِلِ الْجَنَّةَ  
 کہ "جنت میں داخل ہو جا" لاش ان ظالموں کے درمیان پڑی ہوئی تھی  
 لیکن اللہ نے اس مومن شہید کو بدخنی بدن کے ساتھ جنت میں داخل کر دیا  
 جنت میں داخل ہونے کے بعد اس نیک بندے نے خواہش ظاہر کی کہ کاش  
 میری قوم کو معلوم ہو جائے، جو مجھے گمراہ سمجھ رہی تھی، کہ اللہ نے میری بخشش



زنا کر مجھے غرت والوں میں شامل کر دیا۔

اسی طرح قرآن میں عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان ہوا ہے کہ انھوں نے اہل کتاب قوم بنی اسرائیل کو کفر و شرک سے منع کیا اور نصیحت کی **يَا بَنِي إِسْرَءِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ** کہ "اے بنی اسرائیل! اللہ کی بندگی کرو جو کہ میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی" (اور اس کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ) کیونکہ **إِنَّهُ مَنْ يَشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ حَقَّهٗ** اللہ **عَلَيْهِ الْغَبَّةُ**، "جو بھی (اکرم کی اولاد میں سے چاہے وہ کسی پیغمبر کا باپ ہو، بیٹا ہو، چچا ہو، کوئی رشتہ دار ہو یا کوئی اور شخص) اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ نے ایسے شخص پر جنت حرام کر دی ہے۔" **وَمَا أُوْدِهٖ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ** "اس کا ٹھکانہ جہنم کی آگ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔" (المائدہ: ۷۲) یعنی جن کو یہ اللہ کے ساتھ شریک کرتے ہیں اور ان کو اپنا کار ساز سمجھتے ہیں، اللہ کو چھوڑ کر چاہے وہ فرشتے ہوں، پیغمبر ہوں، اولیاء اللہ ہوں یا ان کے خود ساختہ معبود، کوئی بھی اللہ کے مقابلے میں ان کی مدد نہیں کر سکے گا۔

اللہ کے اس پیغمبر عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے قوم کے سامنے اللہ کی عطا اور اس کے حکم سے مردوں کو زندہ کرنے، مادر زاد اندھوں کو بینا کرنے، برص کے مریضوں کو ٹھیک کرنے اور مٹی سے بنے ہوئے پرندوں کو ہوائ میں اڑانے کے معجزات دکھائے لیکن اس کے باوجود بھی ان اہل کتاب اور انبیاء کی اولاد ہونے کے دعویداروں نے عیسیٰ علیہ السلام پر جادوگر، جاہل، گمراہ اور کفر کے فتوے لگائے اور اپنے اس بچے خیر خواہ سے انتہائی نفرت کا

انہما کیا یہاں تک کہ اس قوم کے علماء مشائخ اور لوگوں نے حکومت و قوت سے مطالبہ شروع کر دیا کہ عیسیٰ ابن مریم کو گرفتار کر کے پھانسی پر لٹکایا جائے انھوں نے "بیل امنین" کو چھوڑ کر اپنا ایک الگ راستہ (دین) اختیار کر لیا ہے آخر کار اس سیاسی حکومت نے اکثریت کا مطالبہ مان کر اللہ کے پیغمبر رسول عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کر کے سوئی پر چڑھانے کا حکم صادر کر دیا، لیکن رب کائنات نے (جس کو عیسیٰ علیہ السلام کی اس طرح موت منظور نہ تھی) عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے پاس زندہ آسمانوں میں اٹھالیا۔ اور انھیں بنی اسرائیل کے علماء و مشائخ، حکمرانوں اور ان کی اندھی پیروی کرنے والے لوگوں کے کوفری سے بچالیا۔

قرآن تمام گزرے ہوئے لوگوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ **وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ** مط "ان لوگوں کے پاس ان کے پیغمبر نشانیاں لیکر آئے مگر وہ ایسے لوگ نہیں تھے کہ جس بات کو پہلے جھٹلا چکے ہوں، اس پر ایمان لے آئیں" (الاعراف: ۱۰۱) **فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ**

اے عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام اللہ کی مشیت کے تحت آسمانوں میں زندہ ہیں قیامت سے پہلے ایک امتی کی حیثیت سے زمین پر دوبارہ آئیں گے اور مسلمانوں کی امامت سنبھالیں گے۔

نوٹ :- (اگر زندہ پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام کو پکارنے والے سیاسی کافرو مشرک ہیں تو پھر وفات شدہ پیغمبر کو پکارنے اور ان سے مدد طلب کرنے والوں کو اپنی حیثیت کا تعین کر لینا چاہیے)



بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ " اور جب ان کے پیغمبران کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تو جو علم (ان کے خیال میں) ان کے پاس تھا اس پر فخر کرنے لگے (اور رسولوں کا مذاق اڑانے لگے) (المومن: ۸۲) وَمَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ " اور ہم نے ان لوگوں کی اکثریت کو وعدہ نبھانے والا نہیں پایا بلکہ ہم نے ان کی اکثریت کو (بدعہد) نافرمان پایا (الاعراف) تمام انبیاء علیہم السلام اور ان کی قوموں کے بعد آئیے اب قرآن سے اللہ کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ السلام کا حال پوچھتے ہیں جب انھوں نے اپنی قوم کو ایک اللہ کی طرف بلاتے ہوئے نصیحت کی اَيُّهَا النَّاسُ قُوفُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ تَقْلِحُوا " کہ "اے لوگو! اس بات کا اقرار کر لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود (داتا، دستگیر، مشکل کشا، حاجت روا، فریادرس یا غوث) نہیں تو (دنیا و آخرت میں) کامیاب ہو جاؤ گے " قرآن بتاتا ہے کہ اس بہترین نصیحت اور جوہری بات کے حجاب میں قوم والوں نے (جو خانہ کعبہ کے مجاور حج کرنے اور حاجیوں کی خدمت کرنے والے لوگ تھے) محمد صلی اللہ علیہ السلام پر اعتراضات، فتوؤں کی بوچھاڑ شروع کر دی اور کہنے لگے کہ تم مجنون ہو، گمراہ ہو، شاعر ہو، جھوٹے ہو، جادوگر ہو، نفس پرست ہو، جادو زدہ ہو، کاہن ہو، بڑا بڑا چاہتے ہو، شہرت چاہتے ہو، گستاخ ہو، بے ادب ہو، رجن کے نہیں شیطان کے پیغمبر ہو، وغیرہ وغیرہ۔

اللہ نے قرآن کے ذریعے ان کے ایک ایک اعتراض کا اور فتوے کا جواب دیا اور فرمایا مَا صَنَعَ صَاحِبُكُمْ وَمَا عَوَّلَى " تمہارے رب (محمد) نہ راستہ بھولے ہیں نہ بھٹکے ہیں۔ " وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَدَى "

اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں " (النجم: ۳) وَمَا هُوَ بِمَقُولِ شَاعِرٍ ط " اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں " (الحاقة: ۴۱) وَلَا يَقُولُ كَاهِنٌ ط " اور نہ ہی کسی کاہن کا کلام ہے " (الحاقة: ۴۲) یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ شاعر ہیں اور نہ کاہن۔

اور خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تسبیح دی کہ آپ لوگوں کے اعتراضات اور فتوؤں کی پرواہ نہ کریں فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ط " تو (اے رسول!) تم نصیحت کرتے رہو، تم اپنے رب کے فضل سے نہ تو کاہن رہو اور نہ مجنون (دیوانے)۔ " (الطور: ۲۹)

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ " بلاشبہ تمہارا رب خوب جانتا ہے اے بھی جو راستے سے بھٹک گیا ہے اور انھیں بھی جو ہدایت پر ہیں۔ " (القلم: ۷)

فَلَا تَطِعِ الْمُكَذِّبِينَ " پس تم بھٹلانے والوں کا کہا نہ ماننا۔ " (القلم: ۸)

وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ " اور تم اخلاقی اعتبار سے بڑے (مقام پر) ہو۔ " (القلم: ۴) قَاصِدُ عَرَمَا تَوَمَدُوا عَرَضَ عَنْ الْمُشْرِكِينَ " اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ " پس جو تم کو (اللہ کی طرف سے) ملاح ہے وہ (لوگوں کو) سنا دو اور مشرکین کی پرواہ نہ کرو۔ " (الحجر: ۹۴، ۹۵)

وَاللَّهُ لِعَصْمِكَ مِنَ النَّاسِ ط " اللہ تمہیں لوگوں سے



پچھائے رکھتے گا، (المائدہ : ۶۷) فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۝ يَسِّرْ اللَّهُ  
ہی پر بھروسہ رکھو۔

بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ لوگوں کی مخالفت کی  
پردانہ کرنا اور ان کے مطالبات اور اعتراضات کو اہمیت دینا لوگوں کی اکثریت  
نہ پہلے انبیاء علیہم السلام سے خوش تھی اور نہ آپ سے خوش ہوگی  
ان کی اکثریت ہمیشہ گمراہ ہوتی ہے، اس لئے اکثریت کی بات مانو گے تو  
وہ بھتیس بھی گمراہ کر دیں گے وَإِنْ تَطَعُ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ  
يَصُدُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۝ اور اگر تم نے زمین پر اکثریت کی بات  
مانی تو وہ بھتیس بھی اللہ کی راہ سے پھیر دیں گے (الانعام : ۱۱۷)  
وَكَثَرَتِ النَّاسُ لَا يَعْلَمُونَ ۝ اور اکثر لوگ نہیں سمجھتے  
(المومن : ۵۷)

وَكَثَرَتِ النَّاسُ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ اور اکثر لوگ ایمان نہ لاتے۔  
(المومن : ۵۹)

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهْمٌ مُمْتَرِكُونَ ۝  
”اور ان لوگوں کی اکثریت اللہ پر ایمان نہیں رکھتی مگر شرک کے ساتھ۔“  
(یوسف : ۱۰۶)

بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ آپ کی قوم یہ چاہتی ہے  
کہ آپ ان کو مومن و مسلمان تسلیم کر لیں اور کافر و مشرک کہنا چھوڑ دیں۔ ان کے ساتھ  
اتحاد کر لیں اور ان کے نظریات و عقائد کی مخالفت کرنا چھوڑ دیں تو اس طرح  
یہ بھی آپ کی مخالفت چھوڑ دیں گے۔  
وَذُو الْأَوْتَارِ يَصُدُّونَ فَيَصُدُّونَ ۝ یہ لوگ چاہتے ہیں

کہ تم نرمی اختیار کرو تو وہ بھی نرم ہو جائیں۔ (العنکبوت : ۹) فرمایا کہ یہ لوگ  
آپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ اس قرآن میں کچھ تبدیلی کر لیں جس میں  
طاغوت اور ان کے معبودوں کا انکار نہ ہوتا کہ وہ اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے  
معبودوں کی بھی بندگی کر سکیں اور کرتے رہیں۔ بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
سے فرمایا گیا کہ ان بیوقوفوں سے کہہ دو مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ  
مِنْ تَلَفَاتِي نَفْسِي ۝ کہ مجھے کوئی اختیار نہیں کہ اس (قرآن) میں  
اپنی طرف سے تبدیلی کروں۔ ان سے کہہ دو کہ یہ تو اللہ کا نازل کردہ کلام  
ہے اور کہیں اگر میں نے اس میں کوئی رد و بدل کی یا اس کو تم تک پہنچانے  
میں اپنے رب کی نافرمانی کی تو اِنِّیْ أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّیْ  
عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ مجھے قیامت کے دن کے عذاب کا خوف  
ہے اگر میں نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ (یونس : ۱۵)

غرض قرآن و حدیث گواہ ہیں کہ مکہ (عرب) کے لوگوں نے  
اپنے اصلی خیر خواہ و سہرورد اور اللہ کے سچے اور آخری رسول کی بات نہیں  
مانی۔ ان کی مخالفت کی، ان کو گالیال دیں، ان پر پتھراؤ کر کے لہو لہان  
کیا، ان پر خاک اڑائی، ڈرایا دھمکایا، ان کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر  
کھینچا یہاں تک کہ ان کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اللہ کے رسول کو اپنے  
آبائی وطن میں نہ رہنے دیا۔ یہی سدیہ ان لوگوں کا صحابہ کرامؓ کے ساتھ تھا لے

لَهُ إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَصْحَكُونَ ۝  
وَإِذَا صُرُّوا إِلَيْهِمْ يَتَخَفَتُونَ ۝ فَإِذَا رَأَوْهُمُ قَالُوا  
إِنَّ هَؤُلَاءِ لَكَاكِلُونَ ۝ بلاشبہ مجرم (کافر) لوگ اہل ایمان سے



ان کو بھی گمراہ اور بے دین سمجھ کر گرم ریت اور پتے انگاروں پر لٹایا گیا  
پانی میں ڈبکیاں دی گئیں، مارا پیٹا گیا۔

ان تمام ایذا رسائیوں اور مخالفتوں کی وجہ سے آخر کار اللہ کے  
رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے، ان تائے ہوئے مظلوم و پریشان  
حال صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ مدینہ میں اہل کتاب یہودیوں  
کے بطن سے بڑے عالم و فاضل موجود تھے۔ انھوں نے جانتے  
ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا اور گمراہ ہونے کے فتوے لگائے  
ان اہل کتاب لوگوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں اپنے  
اجبار و رہبان کی باتوں اور فتوؤں پر ایمان رکھا جس کا ذکر اللہ نے قرآن میں  
فرمایا ہے اَتَّخِذُوا احْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ  
دُونِ اللّٰهِ کہ انھوں نے اپنے مولیوں اور پیروں کو اللہ کے مقابلے میں  
رب مان لیا ہے۔ (التوبہ: ۳۱)

ان اہل کتاب علماء و مشائخ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو  
مباحثوں اور مناظروں کے چیلنج دیے لیکن مناسب حد تک بات سمجھا دینے  
کے بعد اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ان فرقہ پرست، تبر  
پرست اور دین فروشوں سے کہو تَعَالَوْا نَدْعُ اِبْنَاءَنَا وَاِبْنَاءَكُمْ  
وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَالْفُسُتَا وَالْفُسُكُمُ قِفْ ثُمَّ  
نَبْحَثُ فَنَجْعَلُ لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَى الْمَكْذِبِیْنَ کہ "اؤ ہم اپنے بیٹوں  
باقی حاشیہ ۲۷

ہنسی کیا کرتے تھے اور جب ان کے پاس سے گزرتے تو حقارت سے اشارے کرتے  
اور جب ان (ایمانداروں) کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ تو گمراہ ہیں۔

(المطففین: ۲۹، ۳۰، ۳۱)

اور اپنی بیویوں اور تم اپنے بیٹے اور بیویوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم  
بھی آؤ، پھر دونوں فریق (اللہ سے) دعا کریں کہ وہ جھوٹوں پر لعنت کرے۔  
(آل عمران: ۶۱)

اندازہ لگائیے! جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی لوگوں کو  
نہانی تقریروں، دلائل اور مناظروں سے قائل نہیں کر سکے۔ تو اس امت میں  
اور کون ایسا ہو سکتا ہے جو ان فرقہ پرست اور دین فروش علماء و مشائخ کو...  
سمجھا کر قائل کر سکے۔ ڈاکٹر عثمانی مرحومؒ کے ایک عام اُمتی ہیں۔ کون  
نہیں جانتا کہ کائنات کے فیصلے اللہ اکیلا کرتا ہے اور اپنی مرضی سے کرتا ہے  
وہی الحی، القیوم، السميع، الخبیر، البصیر، العلیہ  
ہے۔ ان صفات میں اس کا کوئی سا جی و شریک نہیں ہے یہ باتیں تو یہودی  
علماء بھی جانتے اور مانتے تھے اسی لئے تو اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے فرمایا کہ آپ ان سے کہیں يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى  
كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللّٰهَ وَلَا  
نَشْرِكَ بِهِ شَيْئًا کہ "اے اہل کتاب! آؤ اس بات کی طرف  
جہ ہم میں اور تم میں مشترک ہے وہ یہ کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی بندگی نہ کریں اور  
اس کے ساتھ (اس کی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں) کسی کو شریک  
نہ ٹھہرائیں۔" وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللّٰهِ  
اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے علاوہ اپنا کار ساز سمجھے۔ "فَإِنْ تَوَلَّوْا  
فَقُولُوا شَهِدُوا بِاَنَّا مُسْلِمُونَ" اور اگر یہ لوگ اس بات کو  
نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

(آل عمران: ۶۴)



ان باتوں کو ماننے اور جاننے کے باوجود اہل کتاب میں سے صرف  
 دینا تین افراد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تھے۔  
 قرآن سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جو عالم ایک مرتبہ کسی باطل فرقے  
 یا مسلک سے وابستہ ہو جاتا ہے اس کے بعد پورا قرآن دلیل کے طور پر اس کے سامنے  
 پیش کر دیا وہ کبھی اپنے باطل فرقے کو چھوڑنے بجائے تیار نہیں ہوتا (الامام شافعی رحمہ اللہ) نیز کہ اس  
 فرقے کے ساتھ اس کا مفاد وابستہ ہوتا ہے۔ اس لئے اگر فرقے کے بانی نے کوئی  
 غلط بات کی بھی ہوگی تو یہ عالم اس غلط بات کو اپنے علم کے بل بوتے پر  
 صحیح ثابت کرنے، اپنے فرقے کے بڑوں کا دفاع کرنے اور اس طرح فرقے  
 کے جھنڈے کو بلند کرنے کی کوشش کرے گا یہی وجہ ہے کہ آج تمام باطل فرقوں کے  
 ماننے والوں کے پاس جہالت پر مبنی ایسے اثر کرنے والے دلائل ہیں جن سے  
 عوام الناس متاثر ہو رہے ہیں لیکن رب ذوالجلال نے ایسے علماء سے بچنے کے  
 لئے ایمانداروں کو خبردار کیا ہے اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَابِ وَالْمُهْتَبِیْنَ  
 لَیْسَ اَكُوْنُ اَمْوَالِ النَّاسِ جِلْبَابًا ۚ وَكَوْنِیْ شَكَّ اِجَارًا وَرِبَیْا  
 (مولویوں اور بیروں کی اکثریت کا یہ حال ہے کہ وہ لوگوں کا مال ناجائز طریقے  
 سے کھاتے ہیں۔ اور اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ وَكَيْصَدُوْنَ عَنْ سَبِيْلِ  
 اللّٰهِ ط "ان لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔" (التوبہ: ۳۴)

لے حالانکہ وہ جانتے تھے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں الَّذِيْنَ اٰتَيْنَاهُمُ الْكِتٰبَ  
 لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ لَمَّا يَغْرِضُوْنَ اٰبْنَاءَهُمْ  
 جن لوگوں کو ہم نے کتاب عطا کی ہے وہ ان (ہمارے پیغمبر) کو اس طرح جلتے  
 ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو بھیجا کر تے ہیں۔ (الانعام: ۲۰)

6767 یعنی لوگوں کی دنیا لوٹنے کے ساتھ ساتھ ان کی آخرت کو بھی  
 برباد کر دیتے ہیں۔ اسی لئے اللہ نے قرآن میں ایسے عالم کی نشاندہی ان الفاظ  
 میں بھی کی ہے کہ آخرت کو چھوڑ کر دنیا حاصل کرنے والے عالم کی مثال کتنی ہی  
 سی ہے ہر ذلت کھانے (مال حاصل کرنے) کے چکر میں ہوتا ہے کہ کہیں سے  
 کچھ مل جائے (الاعراف: ۱۷۵، ۱۷۶) یہ اپنی مزدوری اور اجرانوں  
 سے مانگتا ہے اور جب اللہ کے بندے اس کی توجہ اللہ کے اس فرمان کی طرف  
 مبذول لاکے اس کو منع کرتے ہیں وَلَا تَسْتَفْتُوْا بِالَّذِيْ تَشْتَرُوْنَ ثَمَنًا قَلِيْلًا  
 کہ میری امتیوں کو تھوڑی سی دنیوی قیمت کے عوض نہ بیچو۔ (البقرہ: ۲۱)  
 تو یہ سند یافتہ چالاک جواب دیتا ہے کہ یہ آیت تو یہودیوں کے لئے اُتری  
 ہے۔ ..... دین فروش مولوی کے اس جواب کا تو بھر یہ مطلب ہوا کہ نماز  
 روزہ، زکوٰۃ، جہاد اور بیع جیسی عبادات صرف یہودیوں پر فرض تھیں، اسی  
 طرح کفر و شرک، قتل، زنا، سود، حوا، دوسروں کا مال کھانے، چوری کرنے  
 اور مال باپ کی نافرمانی کرنے سے صرف ان کو منع کیا گیا تھا مسلمانوں کے لئے  
 یہ احکامات نہیں ہیں لیکن ایسا ہرگز نہیں ہے جو پیغمبر ان اہل کتاب پر  
 حرام تھیں وہ مسلمانوں پر بھی حرام ہیں اے اور جو عبادات ان پر فرض تھیں

اے ہر دور کے مومن سے اللہ نے اس کی جان و مال کا جتنے عوض سوا کیا ہے پہلے  
 مومن کو اللہ کے دین یا کلام پر مال کمانے کی اجازت تھی اور آج کے مومن کو اس  
 ات کی اجازت ہے کہ وہ دین یا کلام اللہ پر مال و جائیداد  
 جمع کرے وَغَدَّ عَلَيْهِ حَقًّا فِي الْمَعَادَةِ وَالْاٰخِرَةِ وَالْاٰخِرَةُ اَنْ  
 یہ توراۃ، انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے جس کا پورا کرنا ہر مومن کی ذمہ داری (التوبہ: ۱۱۱)



وہ کچھ گھٹا بڑھا کر مسلمانوں پر بھی فرض کی گئی ہیں۔

اسی طرح اگر تواریخ و انجیل کی آیتیں بیچنا حرام تھیں تو قرآن کی آیتیں بیچنا بدرجہ اولیٰ احرام ہوں گی کیونکہ قرآن افضل ترین اور اللہ کی آخری اور مکمل کتاب ہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا گیا کہ اے آپ ان لوگوں سے کہہ دیں لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ط إِنَّهُوَ عِلْمٌ مِّنْ رَبِّكَ الَّذِي يُبَيِّنُ لَكُمْ كِتَابَ اللَّهِ إِنَّهُ مُبِينٌ (قرآن) پر عمل کرنے والے دنیا و آخرت میں سرخرو ہوں گے اور اس نصیحت سے انکار کرنے والے دنیا و آخرت میں ذلیل ہوں گے۔

اب حق و انصاف کی بات تو یہ تھی کہ قرآن کو لہک لہک کر پڑھنے والا، قرآن کا یہ عالم، اللہ کی کتاب پر پہلے خود ایمان لے جاتا اور پھر دوسروں کے سامنے بغیر کسی دنیاوی لالچ یا خوف کے اسے بیان کرتا لیکن اس ظالم پڑھنے والے نے محض دنیاوی مفاد کی خاطر کتاب الہی کے مفہوم کو بدل ڈالا جیسا سچہ یہی حال مولوی ابوجابر دامتواہی کا ہے۔ آج یہ ڈاکٹر عثمانی کی دشمنی میں توحید اور قرآن سے متنفر ہو گیا ہے توحید کے مقابلے میں شرک اور گمراہی پھیلانے لگا ہے اور قرآن کے مقابلے میں اُماموں اور استادوں کے اقوال پیش کرتا ہے حالانکہ دھوکہ دینے کے لیے یہ قرآن و حدیث پر ایمان رکھنے کا دعویٰ بھی کرتا ہے لیکن جو عقیدہ اور ایمان اس نے اپنایا ہے وہ نہ قرآن میں ہے اور نہ صحیح حدیث میں۔ اس کا عقیدہ اور ایمان یہ ہے کہ "دفن ہونے کے بعد مردے میں کچھ دیر کے لئے روح و نادی جاتی ہے اور وہ زندہ ہو جاتا

سے بعد میں اس روح کا اس مردہ جسم کے ساتھ تعلق قائم رہتا ہے۔" براہین غازیٹ سے منسوب جھوٹی روایت کو اپنی کتاب "الدین الخالص ص ۱" میں درج کرنے کے بعد لکھتا ہے کہ یہ سب سے زیادہ صحیح اور مشہور روایت ہے حالانکہ اس مشہور اور صحیح روایت میں کہیں پر یہ نہیں بیان کیا گیا کہ کچھ دیر کے لئے مردہ زندہ ہو جاتا ہے یا مردہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق رکھتا ہے اور نہ دوبارہ روح کے نکل جانے کا ذکر ہے اس جھوٹی روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ فرشتوں سے فرماتا ہے کہ اس روح کو واپس زمین کی طرف لے جاؤ، اسے میں نے زمین سے پیدا کیا ہے اور زمین ہی سے اٹھاؤں گا۔ اس روایت کے شیعوں وادیوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے حالانکہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن میں فرمایا ہے کہ یہ کفار و مشرکین تم سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ قُلِ الْمَرْءُ مِرَّةً مِّنْ أَمْرٍ رَبِّي "کہہ دو کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔ وَمَا أَوْقَيْتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا" اور تم لوگوں کو (اس کے بارے میں) بہت ہی کم علم دیا گیا ہے (بنی اسرائیل: ۸۵) روح کا مکمل اور حقیقی علم صرف اللہ کو ہے مان فی روح مٹی سے نہیں بنی ہے البتہ انسانی جسم مٹی سے بنا ہے۔ تمام بدعتیہ اور قبر پرستوں کا مضبوط سہارا یہی ایک روایت ہے جب کہ اس کی بنیاد ہی صحیح نہیں ہے ظاہر ہے جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے پھر کمال کی بات تو یہ ہے کہ اس روایت میں کہیں پر قبر کا نام نہیں ہے اس کے باوجود یہ مردہ لاشوں کے یو یاری اس روایت سے ارضی قبروں میں مردہ کو زندہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں صاحب کتاب (الدین الخالص) نے اس روایت کے ساتھ ساتھ بخاری و مسلم کی احادیث بھی پیش کی ہیں حالانکہ بخاری یا



مسلم کی کسی حدیث میں بھی مردہ کے زندہ ہو جانے کا ذکر نہیں ہے بلکہ ان میں مردہ قبر میں دفن ہونے کے بعد بھی مردہ ہی رہتا ہے اب ظاہر ہے جو...  
 براء بن عازبؓ سے منسوب روایت پر ایمان رکھے گا تو اسے بخاری و مسلم کی...  
 اَلْمَيِّتُ لِيَسْمَعَ قَرْعَ هَذَا لَهْمٍ يَا كَلَامَ الْمَيِّتِ عَلَى الْجَنَازَةِ  
 والی روایتوں سے انکار کرنا ٹیپیکا کیونکہ بخاری و مسلم نے قبر میں زندہ ہونے کا  
 انکار کر دیا ہے وہ اپنی احادیث میں وضاحت بیان کرتے ہیں کہ مردہ دفن  
 ہونے کے بعد بھی مردہ ہی ہوتا ہے اس میں قیامت سے پہلے روح نہیں  
 لوٹائی جاتی اور نہ جسم کے ساتھ روح کا تعلق رہتا ہے بلکہ وہ قیامت تک عالم  
 برزخ میں ہوتی ہے جہاں وہ عذاب یا ثواب کی کیفیت سے دوچار ہوتی ہے  
 یہ لاشوں کے بیوپاری اور قبروں کو چاٹنے والے دلیل کے طور پر  
 بخاری کی ایک اور حدیث پیش کرتے ہیں کہ دیکھو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے جنگ بدر کے مقتولوں (مردوں) سے کلام کیا ہے، اس سے ثابت ہوتا  
 ہے کہ مردے سنتے ہیں۔ حالانکہ اللہ سے ڈرنے والا بخوبی یہ بات جانتا ہے  
 کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سے خطاب کرنا یہ معنی نہیں رکھتا کہ وہ ان کو زندہ  
 یا سننے والے سمجھ رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان سے خطاب میں یہ  
 بھی فرمایا تھا۔ فَهَلْ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا  
 کیا تم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا۔ کیا نبی اکرم صلی اللہ کو ان پر عذاب الہی  
 میں شک تھا کہ ان سے یہ پوچھ رہے تھے، نہیں بلکہ یہ خطاب کا وہی انداز  
 تھا جو ہزاروں سال پہلے ان کے دادا ابراہیمؑ نے جہنم کو توڑنے سے پہلے  
 ان سے نفرت کے اظہار کے طور پر فرمایا تھا جب انھوں نے بتوں کے سامنے  
 رکھے ہوئے تبرکات (شیرینی وغیرہ) دیکھ کر فرمایا تھا اَلَا تَأْكُلُونَ

کہ اے یٰ ابراہیم! تم اپنے سامنے رکھی ہوئی نیازی ان چیزوں کو کھاتے کیوں  
 نہیں؟ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ہ "تمہیں کیا ہو گیا ہے بات کیوں  
 نہیں کرتے؟" (الصافات: ۹۱، ۹۲)

کیا ابراہیم علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا کہ بت کھاتے ہیں، سنتے ہیں  
 یا کلام کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! یہ صرف دل کی نفرت اور ان سے بیزاری  
 کے طور پر اظہار حق کا معاملہ تھا۔ اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 اس موقع پر دل کی نفرت اور بیزاری کا زبان سے اظہار کیا ہے کہ بد بختو!  
 اگر اللہ اور رسول کی بات مان لیتے تو کتنا اچھا ہوتا اللہ اور اس کے رسول کی  
 بات نہ مان کر تم نے دنیا کی رسوائی کے ساتھ اپنی آخرت کو بھی ہمیشہ کے لئے  
 برباد کر ڈالا۔

عمر رضی اللہ عنہ، جو باقی صحابہ کرامؓ کے مقابلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے بات کرنے کا زیادہ حوصلہ رکھتے تھے وہ عرض کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول  
 صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا، آپ مردوں سے کلام کرتے ہیں اے نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے جواب دیا اے عمر! میری بات یہ عم سے زیادہ سنتے ہیں

اے عمر رضی اللہ عنہ، خلیفہ تو یہ سوال اس لئے کیا تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے انھیں تیرہ سال کی مکی اور دو سال مدنی زندگی میں کبھی یہ تعلیم نہیں  
 فرمائی تھی کہ مردے سنتے ہیں یا کلام کر سکتے ہیں اور قرآن کی ۸۶ مکی سورتوں  
 میں یہ بات بیان ہوئی تھی ان سورتوں میں تو مردوں کے بارے میں ہر جگہ  
 یہی آیا ہے کہ مردے نہ سنتے ہیں اور نہ کلام کرتے ہیں بلکہ یہ بیان فرمایا گیا ہے  
 کہ مرنے کے بعد مردے گل ٹر کر مٹی ہو جاتے ہیں اور مرنے کے بعد ان کو پھر قیامت  
 کے دن اٹھایا جائے گا۔







ثابت ہوا کہ ان مردہ جسموں کو عذاب نہیں ہوتا ورنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قرآن کے مطابق کوئی جانور یا جاندار بھی ان مردہ لاشوں کے قریب نہ پھٹک سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے پتھر کے بدکنے والے واقعہ سے اپنے نبی کے ذریعے ان نول کو برزخ کے عذاب سے ڈرایا ہے اور یہ واقعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا ورنہ کتنے چوپائے، گدھے، گھوڑے اور خچر وغیرہ آج بھی یہودیوں، عیسائیوں اور کافروں، مشرکوں کے قبرستانوں میں بڑے مزے اور سکون سے چرتے رہتے ہیں اور کبھی کوئی ایک بھی نہیں بدلتا جس سے ثابت ہوا کہ ان ارضی قبروں میں عذاب نہیں ہوتا اور حدیث میں جو واقعہ بیان ہوا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص معجزہ تھا۔ لے مشرکوں، کافروں اور گنہگاروں کو عذاب ضرور ہوتا ہے لیکن یہ عذاب برزخ میں ہوتا ہے اس دنیاوی گڑھے (قبر) میں نہیں ہوتا۔ مسجد نبوی جہاں تعمیر کی ہے وہاں پر مشرکوں کی کچھ قبریں تھیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ان قبروں کو اکھیڑ دو (بخاری) اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبروں میں عذاب کے قائل ہوتے تو کیوں یہ حکم فرماتے کہ ان قبروں کو کھود ڈالو اور ان کے اندر مدفون جسموں کو جہنم سے باہر نکال دو یا اگر اس بات کے قائل ہوتے کہ یہی ارضی قبریں جنت یا جہنم بن جاتی ہیں تو پھر یہ حکم دینے کے بجائے سختی کے ساتھ منع فرماتے

لے بصورت دیگر قرآن و حدیث کے خلاف عقیدہ بنانے کے علاوہ یہ بھی مانتا پڑے گا کہ یہ جانور، گھوڑے، گدھے اور خچر وغیرہ بھی اب ان پیشہ در مولیوں کی طرح اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔

کہ غبار دار! مردوں کو اپنی قبروں سے باہر نہ نکالو کیونکہ کافر کو قبر سے نکالنا، اسے جہنم کے گڑھے سے نکالنا ہوتا اور مومن کو قبر سے نکالنا گویا جنت سے باہر نکالنا ہوتا لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے جس کے مطابق پرانی قبروں کو ہموار کر کے ان میں نئی لاشیں دفن کی جاسکتی ہیں اور جس پر آج تک امت مسلمہ میں عمل ہوتا رہا ہے۔

آج کے دور میں تو یہ مسئلہ سمجھنا اور بھی آسان ہو گیا ہے جب کہ مردہ ان نول کے اعضاء زندہ افراد کو لگائے جاتے ہیں۔ سری لنکا کے مردہ ہندوؤں کی آنکھیں یہاں پاکستان اور دیگر ممالک میں زندہ ان نول کو لگائی جاتی ہیں اگر اسی دنیاوی مردہ بدن کو عذاب دیا جاتا یا قیامت سے پہلے اس جسم سے عذاب کا تعلق ہوتا تو پھر جس زندہ شخص کو مرنے والے کی یہ آنکھ لگائی گئی ہوتی وہ تو چلاتا پھرتا کہ بھائی نکالو اس آنکھ کو اس میں عذاب کی وجہ سے شدید جلن یا تکلیف ہو رہی ہے جو ناقابل برداشت ہے لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا اور نہ کسی نے آج تک اس کی شکایت کی ہے اس سے ثابت ہوا کہ اس دنیاوی مردہ بدن کو مرنے کے بعد قیامت تک عذاب نہیں ہوتا۔ اِنْ فِي ذَٰلِكَ لَاٰيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ ہ اس میں عقل رکھنے والوں کے لیے نشانیوں ہیں۔

مسلم کی مذکورہ بالا حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا ہے کہ اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ قبر کے سخت عذاب سے ڈر کر تم اپنے مردوں کو دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ کی طرف سے تمہیں بھی قبر کا عذاب بتلا دیتا اب اگر ہم اس حدیث کا ظاہری مطلب لے کر اسی دنیاوی گڑھے (قبر) میں گنہگار مردے کو عذاب دیا جانا مانیں



کے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جن مُردوں کو دفن نہیں کیا گیا وہ عذابِ قبر سے بچ گئے اور جو بیچارے دفن کر دیے گئے ان کو عذاب ہو رہا ہے لیکن ایسے کبھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ کا قانون سب کے لیے ایک جیسا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝ اور تو اللہ کی سنت میں تبدیلی نہیں پائے گا۔ (فاطر ۳۴) لَا تُبَدِّلُ كَلِمَاتِ اللَّهِ ۝ اللہ کی باتوں (فیصلوں) میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ (الانعام: ۳۴) مَا يُبَدِّلُ الْقَوْلُ كَذَبِي وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝ ”ہمارے ہاں بات بدلا نہیں کرتی اور نہ ہم اپنے بندوں پر ظلم کرتے ہیں۔“ (اق: ۲۹)۔ کتنے مُردے ایسے ہوتے ہیں جن کی ارضی قبریں نہیں ہوتیں ان کو ہسپتالوں اور میڈیکل لیبارٹریوں میں تجربات کے لیے رکھ دیا جاتا ہے، ان کو جلا کر رکھ کر دیا جاتا ہے یا سمندروں میں مچھلیوں اور جنگلوں میں وحشی جانوروں کی خوراک بن جاتے ہیں۔ اس حدیث کے ظاہری معنی کی رو سے تو ایسے گنہگار مُردے قبر کے عذاب سے بچ گئے کیونکہ ان کو ارضی قبر نصیب نہیں ہوئی، لیکن ایسا نہیں ہے اللہ نے اعلان فرما دیا ہے ثُمَّ آتَاهُ فَأَقْبَرَهُ ”پھر اس (انسان) کو موت دی پھر قبر دی“ (عبس: ۲۱)

اس فرمان سے صاف ظاہر ہے کہ مُردے کے لیے چاہے دنیا والے قبر کھودیں یا نہ کھودیں، اللہ اسے ضرور قبر دیتا ہے اور یہی قیامت تک کے لیے وہ قبر ہے جس کو بزرخ بھی کہا گیا ہے ناکہ یہ زمینی قبر جس میں مُردے کی لاش کو دفنایا جاتا ہے جس سے انسانوں کی اکثریت محروم رہتی ہے مُردوں کو جلا کر کوئی استثنائی صورت نہیں ہے کیونکہ آج دنیا میں اپنے مُردوں

کو جلا ڈالنے والے دفن کرنے والوں سے زیادہ ہیں اے

ان تمام مشاہدات کے بعد یہ قبر پرست بخاری کی وہ حدیث پیش کرتے ہیں جس میں ایک گنہگار مسلمان نے اپنے بیٹوں کو مرنے کے بعد اپنی لاش جلا کر اس کی راکھ کو ہوا میں اڑا دینے اور دنیا میں بہادینے کی وصیت کی تھی لیکن اللہ نے اس کی راکھ کو جمع کر کے زندہ کرنے کے بعد اس سے سوال و جواب کیا ہے۔

اس حدیث میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس شخص کی راکھ کو جمع کر کے اسکو زندہ کیا ہے یہ ایک استثنائی اور معجزانہ واقعہ ہے، اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں پیشی اور جوابدہی ضروری ہے اس کو کسی طرح بھی نہیں ٹالا جاسکتا جس خالق و مالک ہستی نے پہلے بار انسانوں کو پیدا کیا ہے وہ مرے بعد پھر اس کے جسم کے اجزاء کو جمع کر کے دوبارہ زندہ کرنے پر پوری طرح قادر ہے انسان کسی بھی منصوبہ بندی سے اس کو عاجز نہیں کر سکتا۔ قرآن میں سورۃ البقرہ کے اندر عزیر علیہ السلام کا واقعہ اسی بات کی تصدیق کرتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے سو سال تک مردہ رکھنے کے بعد پھر زندہ کیا اور ان کے کھانے پینے کی چیزوں کو اتنے لمبے عرصہ تک صحیح سلامت رکھا۔ یہ حدیث قرآن کی اس آیت کی بھی تشریح کرتی ہے قُلْ لِّیُعْیَاذَی الذِّیْنَ اسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَنْظُرُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ لَذُنُوْبٍ

مثلاً ہندو، چینی، جاپانی اور بدھ مت وغیرہ جب کہ پارسی بھی اپنے مُردوں کی لاشوں کو دفناتے نہیں۔



جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (الزمر: ۵۲) جس میں گناہ و مصیبت کے ذریعے اپنی جانوں پر زیادتی کرنے والوں سے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں کیونکہ وہ بخشنے والا مہربان رب ہے جو سب گناہوں کو بخش سکتا ہے اس کے علاوہ یہ حدیث تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی عملی وضاحت ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اگر ایک انسان گناہوں سے زمین بھر دے لیکن اس کے عمل و ایمان میں کفر و شرک نہ ہو تو اللہ اگر چاہے گا تو اپنی رحمت سے اس کے سارے گناہ معاف کر دے گا جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ عَطَا (النساء: ۴۸) مذکورہ شخص نے یہ وصیت اللہ کے خوف اور اللہ کے غنا و بزرگی و جبر سے کی تھی یا بلکہ تھا لیکن گناہ گار تھا اور اپنے گناہوں پر نادم تھا جس طرح نادم قتل کرنے والا قاتل اپنے گناہوں پر نادم تھا تو اللہ نے اس کے گناہوں کو معاف فرما کر اسے بخش دیا اسی طرح اس شخص کے معاملے کو اللہ نے خصوصی اہتمام کے ذریعے اپنے بندوں کی تعلیم کے لئے ایک مثال بنایا ہے اس حدیث میں گناہ گار مسلمانوں کے لئے خوشخبری ہے کہ وہ اپنے رب کی رحمت سے ناامید نہ ہوں اور آخری وقت تک اپنے گناہوں کی اللہ سے معافی مانگتے رہیں وہ بڑا مہربان اور معاف فرمانے والا ہے۔

اس طرح یہاں بھی حدیث کا اصل مفہوم بیان کرنے کی بجائے یہ مُردہ پرست قرآن و حدیث کے خلاف قائم کئے گئے اپنے باطل عقیدے کی مطابقت میں اس سے اپنا مطلب اخذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ ہر مُردہ دفن ہونے کے بعد قبر میں دوبارہ اسی ہم

کے ساتھ زندہ ہو جاتا ہے حالانکہ یہ حدیث بھی ان قبر پرستوں کے خلاف جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اکھٹے شدہ شخص کو زندہ کر کے سوال و جواب ضرور کئے تھے اس لئے کہ قبر کا سوال و جواب جی ہے لیکن یہ سوال و جواب پر زخ میں ہوتا ہے۔ اس شخص کی ارضی قبر تو جی ہی نہیں تھی۔ اس شخص کے معاملے سے بھی ثابت ہوا کہ سوال و جواب اور راحت و عذاب اس ارضی قبر میں نہیں بلکہ برزخ میں ہوتا ہے۔

اس کے بعد بخاری کی دو ہینوں والی حدیث پیش کرتے ہیں کہ کہتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنیاں ارضی قبروں پر لگائی تھیں تاکہ ارضی قبروں پر۔ دراصل انسان جب ایک مرتبہ کفر و شرک کا راستہ اختیار کر لیتا ہے تو پھر وہ جانور کی طرح ہو جاتا ہے۔ اُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ لَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (الاعراف: ۱۶۹) بلکہ جانوروں سے بھی بدتر اس کی حالت ہو جاتی ہے اور یہ اللہ کی عطا کردہ نعمت "عقل" کو ذرا بھی استعمال نہیں کرتا اب اگر اس انسان نما جانور سے کوئی یہ کہے کہ سامنے والی قبر میں مشکل کشا دفن ہے تو یہ فوراً مان لیتا ہے اگر اس سے کہا جائے کہ فلاں فلاں قبروں میں داتا، دستگیر اور حاجت روا وغیرہ مدفون ہیں تو یہ اس بات پر اسی یقین کر لیتا ہے اور ذرا بھی نہیں سوچتا کہ آخر منوں می تے دبا ہوا مردہ داتا، دستگیر مشکل کشا اور حاجت روا کیسے ہو سکتا ہے؟ داتا، دستگیر مشکل کشا اور حاجت روا تو فقط اللہ کی ذات ہے جو اس وسیع و عریض اور بڑے دست و گام امانات کو چلانے والا ہے اور جو کائنات کے ذریعے ذرے کا علم رکھتا ہے یہ شرک انسان ذرا بھی عقل سے کام نہیں لیتا کہ قبروں میں مدفون لائی انسانوں کی لاشیں کچھ عرصے بعد گل سڑ کر ختم ہو جاتی ہیں اب ان کا



اور ساری کائنات کا خالق ان فنا ہونے والے جسموں کو قیامت کے دن دوبارہ مکمل انسان بنا کر ان میں جان ڈالے گا اور پھر اپنی بارگاہ میں کھڑا کرے گا ان سے ہر چیز کا حساب لے گا بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارضی قبروں پر ٹہنیاں لگانے کا مطلب ہرگز نہیں تھا کہ ان میں دفن شدہ مردہ جسموں کو انہی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا تھا کہ ایک قبر والے کو غیبت کرنے اور دوسرے کو پیشاب کے پھینکوں سے بچنے کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے یہ بتانے کا مقصد ان دو برائیوں سے پرہیز کروانا تھا۔

اس حدیث کی مثال یوں سمجھ لیں کہ ایک شخص دو مکانوں کی طرف اشارہ کر کے یا ان مکانوں پر نشان لگا کر کہتا ہے کہ ان کے اندر میرے والوں میں سے ایک کو قتل کرنے کی وجہ سے پھانسی ہو گئی اور دوسرے کو چوری کرنے کی وجہ سے ہاتھ کاٹ دینے کی سزا ہو گئی۔ یہ سن کر کوئی بھی صاحب عقل اور سمجھدار آدمی یہ نہیں سمجھے گا کہ پھانسی اور ہاتھ کاٹنے کی سزائیں بھی انہی مکانوں میں دی گئی ہوں گی بلکہ یہی خیال کرے گا کہ دونوں کو سزا سرکاری طور پر جیل کے مقرر کردہ مقامات پر دی گئی ہوگی۔ اسی طرح گناہگار کو مرنے کے بعد سزا (عذاب) ان ارضی قبروں میں نہیں بلکہ عالم برزخ میں (برزخی جسموں کے ساتھ) ہو جائے گا مثلاً وہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے وقت آسمانوں میں کرایا تھا وہاں پر زانی مردہ اسٹانیہ عود تول کو آگ کے تنور میں جلتے ہوئے دکھایا گیا۔ جھڑوں کے گال پھاڑتے اور دنیا دار غافل علماء کے سر پچلتے ہوئے دکھلائے گئے حالانکہ یہ سارے لوگ یہاں ارضی قبروں میں دفن ہوئے تھے۔ راحت و راب

یہی اسی طرح برزخ میں ہوتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان ملائکہ فرمايے فَقَدْ رَأَيْتُ رَجُلًا يَتَّقِلُ فِي الْجَنَّةِ شَجَرَةً قَطَعَهَا مِنْ ظَهْرِ الطَّرِيقِ كَأَنَّهُ لَوْ نَذَرَ النَّاسُ هَذَا الْمَسْلَمَ بِجَوَالِهِ مَشْكُوتَةً (فرمایا: میں نے ایک شخص کو جنت میں چلتے پھرتے دیکھا جس نے ایک ایسے درخت کا ٹکڑا ہاتھ جو راستے میں لوگوں کو ایذا دیتا تھا۔)

بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ معراج کے وقت جو گناہگار عالم میں مبتلا دکھائے گئے تھے وہ ان کے برزخی نہیں بلکہ ثانی جسم تھے۔ اگر ان کے خیال کے مطابق قرآن کا عالم تو اس وقت مرا نہیں تھا۔ اگر ان کا ماننا ہے کہ ان کی بات مان لی جائے تو پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ بے معنی ہو جائیں گے کہ يُفْعَلُ بِهِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ ان کے ساتھ ملائکہ جنت تک ہوتا رہے گا۔ ظاہر ہے ثانی بدن کو قیامت تک کے لئے عذاب دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ دراصل یہ مردہ دمسک پرست ہر حال میں اپنے حال اور گناہ عقائد کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کوشاں رہتے ہیں اور قرآن د

یہ تو یہ بھی کہا جائے گا کہ حیرائیل اور میکائیل بھی ثانی جسموں کے ساتھ تھے اور کوئی پیغمبر بھی برزخی بدن کے ساتھ آسمانوں پر موجود نہیں تھا بلکہ ان پیغمبروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آسمانوں پر ملاقاتیں کی تھیں۔ اسی طرح جنت اور جہنم بھی ثانی تھیں۔ یعنی ابھی تک اصلی جنت اور جہنم ثانی تھیں (معاذ اللہ) واقعی فرقہ و مردہ پرست انسان کے قلب و ذہن پر سلطان قہقہہ جمالیات ہے۔



حدیث پر ایمان لانے کے بجائے ان کے ظاہری الفاظ کو اپنے گمراہ عقائد کے  
 دناغ کے لئے استعمال کرتے ہیں قرآن میں تورات، انجیل اور ہر آسمانی کتاب  
 کے لئے قرآن کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مشرکین عرب کے اس مطالبے کے جواب  
 میں کہ اس قرآن سے پہاڑ کیوں نہیں اڑتے یا مرنے کیوں زندہ نہیں ہو سکتے۔  
 فرمایا گیا۔ **فَلَوْ أَنَّ قُرْآنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ أَوْ قُطِعَتْ  
 بِهِ الْأَرْضُ أَوْ كَلِمَةٌ بِهِ السَّمَوَاتُ** اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا  
 کہ اس (کی تاثیر) سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین بھٹ جاتی یا مرنے والے سے کلام کیا  
 جاسکتا۔ (تو اس قرآن میں بھی ایسے اوصاف ہوتے) (الرعد: ۲۱) سورۃ الحج  
 میں وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا **كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ  
 الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ** (الحج: ۹۱) ”ہم ان کو کتاب پر  
 اسی طرح عذاب نازل کریں گے“ جس طرح تقسیم کرنے والوں پر نازل کیا  
 تھا۔ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ (یعنی کچھ مانا کچھ نہ مانا)۔  
 صاف ظاہر ہے کہ اس سے مراد اہل کتاب کے علماء ہیں جنہوں نے آسمانی کتابوں  
 توریت، زبور اور انجیل کے بعض احکامات کو مانا اور بعض سے انکار کر دیا۔  
 گزرے زمانے میں توریت، زبور اور انجیل کا انکاری اس زمانے کے قرآن  
 کے انکاری کے برابر ہے۔ دونوں ایک ہی جرم کے ترکب ہیں۔ کیونکہ یہی سلی  
 کتاب کی آیتیں بھی اللہ کی نازل کردہ ہتھی گزرے زمانے کا تورات اور  
 انجیل فروش عالم اور اس نائنے کا قرآن فروش ایک ہی جیسے مجرم ہیں۔  
 بعض لوگ یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ معراج کا واقعہ خواب کا  
 معاملہ تھا حالانکہ قرآن وحدیث نہ صرف بیداری کے عالم میں جہانی معراج  
 کی صداقت پر گواہ ہیں بلکہ اس بات کی بھی شہادت دیتے ہیں کہ انبیاء

علیہم السلام کا شاہدہ خواب اور بیداری میں ایک جیسا ہوتا ہے۔ ان کا  
 خواب حقیقت ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے  
 اسی لئے تو ابراہیم علیہ السلام نے اپنے اکلوتے بیٹے ۱۱ کو اللہ کی راہ  
 میں قربان کرنے کا ارادہ فرمایا اور فرمانبردار مسلم فرزند نے بھی اپنے پیغمبر  
 باپ کے خواب کو سچا اور اللہ کا حکم سمجھ کر تسلیم مخ کر دیا تھا  
 قبر پرست اپنے باطل اور گمراہ عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کیلئے  
 قرآنی معجزات کو بھی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں لیکن اپنا مقصد نکالنے  
 کے لئے قرآنی آیتوں کی غلط تشریح بھی کرتے ہیں حالانکہ قرآن نے انسان  
 کی پیدائش کے مختلف مراحل کو بیان کرنے کے بعد واضح اعلان فرما دیا ہے  
**ثُمَّ أَنْزَلْنَاهُ لَكَ لَمْ يَتَوَلَّ هُ ثُمَّ أَنْزَلْنَاهُ لَكَ لَمْ يَتَوَلَّ هُ ثُمَّ**  
**تَبَعْتَنَّهُ** کہ ”پھر اس کے بعد تم مرجھتے ہو اور پھر قیامت کے دن (دوبارہ  
 زندہ کر کے) اٹھائے جاؤ گے۔“ (المومن: ۱۵، ۱۶) یہ اصول تمام انسانوں  
 کے لئے ہے اس میں انبیاء، اولیاء، شہداء اور عوام سے انسان شامل ہیں  
 اس میں کسی کے لئے تخصیص نہیں ہے دوسری جگہ نبی علیہ السلام اور ان کے  
 مخاطب کفار سے فرمایا گیا **أَفَلَمْ يَمَيِّتُوا أَنْهُمْ مَيِّتُونَ هُ ثُمَّ**  
**أَنْزَلْنَاهُ لَكَ لَمْ يَتَوَلَّ هُ ثُمَّ أَنْزَلْنَاهُ لَكَ لَمْ يَتَوَلَّ هُ ثُمَّ**  
 (اسے پیغمبر) تمہیں بھی موت آئے گی اور یہ (کافر) بھی مرجائیں گے پھر  
 تم سب قیامت کے (دوبارہ زندہ کیے جانے والے) دن اپنے رب کے  
 سامنے ہجڑاؤ گے۔“ (الزمر: ۳۱)

یہ فرمان الہی کافر کی اس خوش فہمی کے جواب میں ہے جس میں بتایا  
 ہو کہ وہ کہا کرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انکی دعوت کا



میں ختم ہو جائے گا اور ہمارے لیے اپنے (باطل اور گمراہ) نظریات کو بھیلانے کے لیے میدان صاف ہو جائیگا۔ قرآن نے ان بیوقوفوں کو جواب دیا کہ ہمارے اس رسول کی وفات پر مٹھائیاں بانٹنے اور جشن منانے کے لیے منصوبے نہ بناؤ اور یاد رکھو کہ اگر ہمارے یہ رسول وفات پا جائیں گے تو تم میں سے بھی کوئی ایک زندہ نہ رہے گا کیونکہ ہمیشہ کی زندگی ہم نے کسی کو نہیں دی ہے فرمایا وَمَا جَعَلْنَا لِلشَّرِّ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا خُلْدًا ۚ أَفَأَنْ يَنْصَبَ فَهَمَّ الْخُلْدُونَ ۚ (اے رسول) ہم نے تم سے پہلے کسی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں بخشی بھلا اگر تم مر جاؤ گے تو کیا یہ لوگ (مخالفین) ہمیشہ (باقی) رہیں گے (ہرگز نہیں بلکہ) كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۚ ثُمَّ نُنْفِسُكَ فِي مَوْجِئِ الْحَبْلِ ۚ (الانبیاء: ۳۴، ۳۵) دوسری جگہ فرمایا كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ (زمین پر رہنے والی ہر مخلوق کو فنا ہو جانا ہے) وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۚ اور باقی رہنے والی ذات صرف تمہارا ذوالجلال اور عظمت والا رب ہے (الرحمن: ۲۶، ۲۷)

قرآن نے واضح کر دیا کہ تمام انسان بشمول انبیاء اور اولیاء اس زندگی کے بعد ایک دفعہ ضرور قیامت تک کے لیے موت سے ہلکار ہول کے قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا تو جن لوگوں نے اس دن اقامت کے آنے کا انکار کیا تھا، ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا۔ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا

لے سوائے شیطان کے جو قیامت تک کے لیے زندہ رہے گا۔

لَسَوْفَ نُنْفِئُكَ سَاعَتِي ۚ اور جس روز قیامت برپا ہوگی، یہ مجرم قسمیں کھائیں گے کہ وہ (دنیا میں) ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے تھے۔ لیکن کتاب اللہ کے مطابق دو زندگیوں اور دو موتوں پر یقین رکھنے والے ایماندار انکو جواب دیں گے۔ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ لَقَدْ لَبِثْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ ۚ (اور جن کو علم اور ایمان ملا کیا تھا وہ (ان سے) کہیں گے کہ اللہ کی کتاب کے مطابق تم قیامت تک رہے ہو۔ تم کچھ دیر پہلے دنیا میں نہیں تھے۔ دنیا میں تم سے کہا گیا تھا ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ۚ کہ مرنے کے بعد پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے لیکن تم لوگوں نے قرآن کی اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا تھا۔ فَهَذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَٰكِن كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۚ پس یہ وہی قیامت کا دن ہے لیکن تم کو اس کا یقین نہ تھا۔ (الروم: ۵۵، ۵۶)

سورة التازعات میں فرمایا گیا ہے کہ مجرم جب قیامت کے دن کی موتی دیکھ لیں گے تو کہیں گے لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا عَشِيَّةً أَوْ ضُحًى ۚ (وہ دنیا میں صرف ایک شام یا صبح رہے تھے اور سورة یونس میں فرمایا گیا کہ وَيَوْمَ يُنْفَخُ الصُّورُ ۚ كَأَنَّهُ يَلْهَىٰ ۚ لَمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةٌ مِّنَ النَّهَارِ ۚ اور جس دن اللہ ان کو جمع کرے گا تو وہ دنیا کی نسبت ایسا خیال کریں گے) گویا (دن) دن کی ایک گھڑی سے زیادہ رہے ہی نہیں تھے۔

سورة یسین میں قیامت کے دن کے حوالے سے ان مجرموں کا حال بتلاتے ہوئے فرمایا کہ اس روز دوبارہ جی اٹھنے کے بعد یہ مجرم حیرانگی اور



افسوس کے ساتھ پکارا اٹھیں گے یُوْلِنَا مَنْ اَبْعَثَنَا مِنْ مَرْقَدِنَا  
 کہ ہائے افسوس! ہمیں ہماری خوابگاہوں سے کس نے (جگایا) اٹھایا۔ پھر  
 ان کو دنیا کی زندگی یاد آجائے گی اور اپنے اپنے زمانے کے رسول کی نصیحتیں  
 یاد کرتے ہوئے کہیں گے هَذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ  
 ”یہ تو وہی رحمن کا وعدہ ہے (جس کو اس نے پورا کر دیا ہے) اور رسولوں  
 نے تو سچ ہی کہا تھا (کہ مرنے کے بعد تم کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا)۔۔۔  
 قیامت اور دوسری زندگی کے انکاری کافرو مشرک جب قیامت کے دن  
 سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ اور کانوں سے اپنے خلاف فیصلہ سن  
 میں گے تو عاجزی کے ساتھ اپنے رب سے التجا کریں گے۔ رَبَّنَا  
 اَبْصَرْنَا وَنَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوقِنُوْنَ  
 کہ ”اے ہمارے رب! ہم نے (آنکھوں سے) دیکھ لیا اور (کانوں سے)  
 سُن لیا اور یقین کر لیا ہے تو ہم کو دنیا میں (واپس بھیج دے، (اب کے)  
 ہم نیک عمل کریں گے۔“ (السجده: ۱۲) دوسری زندگی کے انکاری  
 دہال اقرار کریں گے۔ رَبَّنَا اٰمَنَّا اَتَتْتَيْنِ وَاٰخِيَّتَيْنَا اَتَتْتَيْنِ  
 ”اے ہمارے رب! ہم نے مان لیا کہ (تو نے دو مرتبہ ہمیں موت دی  
 اور دوسری زندگی عطا کی)“ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا ”ہم  
 اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں“ (اور وعدہ کرتے ہیں کہ دنیا میں دوبارہ  
 جانے کے بعد نہ اپنے بڑھل کی ہال میں ہال ملا کر تیری کتاب کا انکار کریں  
 گے اور نہ کسی کو تیری ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں شریک  
 کریں گے) فَهَلْ اِلٰی خُرُوجٍ مِّنْ سَبِيلٍ ۝ ”پس ہے کوئی راستہ  
 یہاں سے (دنیا کی طرف) نکل جانے کا؟“ (المومن: ۱۱) قرآن فرماتا ہے

کہ سخت عذاب کی وجہ سے کافروں اور مشرکوں پر ہر وقت موت مسلط ہے  
 گی لیکن نہ مرنے کے نہیں وَیَا یَتٰیہِ الْمَوْتُ مِنْ کُلِّ مَکَانٍ  
 وَمَا هُوَ بِمِیَّتٍ ط (ابراہیم: ۱۷) بلکہ اس عذاب کی وجہ سے  
 مجرم خود موت کا مطالبہ کریں گے۔ دَعُوْا هٰذَا لِکَ تَبُوْرًا ۝ وہاں یہ  
 موت کو پکاریں گے ”تو ان سے کہا جائے گا لَا تَدْعُوْا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا  
 وَّاحِدًا اَوْ اَرَعُوْا ثُبُوْرًا کَثِیْرًا ۝ کہ ”آج ایک ہی موت کرنے پکارو  
 بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو“ (الحق: ۱۳، ۱۴) یہ دنیا نہیں ہے جہاں  
 جلنے کے بعد بھٹیں موت آجائے بلکہ آخرت ہے جہاں ہمیشہ کیلئے بھٹیں  
 جہنم کے عذاب میں زندہ رہتا ہے جس کے لئے قرآن میں فرمایا گیا ہے  
 کہ کَلِمًا نُّفِیْتُ جَلَدُوْهُمْ بِذُنُوبِهِمْ جَلَدُوْا عَلٰی هٰذَا  
 لَیَذُوْهُوَ الْعَذَابُ ط۔ جب ان (کافروں و مشرکوں) کی کھالیں جل  
 جائیں گی تو ہم دوسری کھالیں بدل دیں گے (اور کھالیں بتا دیں گے) تاکہ  
 یہ عذاب (کامرہ) چلتے رہیں۔ (النساء: ۵۶)

اس آیت قرآنی سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ مردہ یا جلے ہوئے بدن کو  
 عذاب یا سزا نہیں دیتا کیونکہ ایسی حالت میں عذاب کا احساس نہیں ہوتا لہ

لے دنیا کے کسی قانون میں بھی مردہ مجرم کو سزا نہیں دی جاتی کو مردہ کو  
 سزا یا عذاب دینا بے کار ہے کیونکہ اس میں احساس یا شعور نہیں ہوتا  
 اگر ترمذی کی کمزور روایت کی یہ عبارت صحیح مان لی جائے کہ ”یہ دنیاوی  
 قبر (گرگھان) جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھ ہے اور جنت کے باغوں  
 میں سے ایک باغ“ تو پھر مندرجہ بالا قرآنی آیتوں کا انکار کرنا پڑے گا



اگر مُردے کو عذاب کا احساس ہوتا اور مُردے کو اللہ تعالیٰ عذاب دیتا تو جہنم میں مجرموں کے موت مانگنے کا مطالبہ کیوں مسترد کیا جاتا اور کیوں ان سے کہا جاتا کہ اب عذاب کا نرا چکھنے کے لیے تم ہمیشہ زندہ رہو گے۔ فرمایا  
 وَحَسَدًا وَيَأْمُرُكَ لِيَقْضِيَ عَلَيْكَ رَحْمَتُ ط قَالَ إِنَّكُمْ مِمَّا كِتَابُونَ ه اور "مجرمین جہنم کے عذاب سے تنگ آکر داروغہ جہنم مالک (کو) پکاریں گے کہ اے مالک! اپنے رب سے التجا کر دیکہ ہمیں موت دے دے وہ کہے گا کہ تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے (الزخرف: ۷۷)  
 ان کا فزول اور شر کوں کے لیے واضح اعلان کر دیا جائے گا کہ لَا يُقْضَى عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِنْ عَذَابِهَا ط انہیں موت آنے کی کمر جائیں اور نہ جہنم کا عذاب ہی ان سے ہٹا کیا جائے گا؟  
 (فاطر: ۳۶)

یہ فیصلہ اور اعلان سننے کے بعد ہی تو کافر و مشرک ارزویا خواہش کریگا کہ یَلِكِيْتَهَا كَانَتْ الْفَاضِيَةِ ج "اے کاش موت (ابدال آباد تک میرا کام) تمام کر چکی ہوتی" (الحق: ۲۷) یعنی کاش کہ میں ہمیشہ کے لیے مُردہ ہی رہتا، دوبارہ زندہ نہ ہوتا تو آج مجھے یہ دن نہ دیکھنا پڑتا

بقیہ حاشیہ ص ۵۱

کیونکہ قرآن کی رُو سے مُردہ ہرگز جہنم میں داخل نہیں ہو سکتا بلکہ جہنمی تو خواہش کرے گا کہ اُسے جہنم میں موت آجائے اور عذاب سے چھٹکارہ نصیب ہو لیکن ایسا کبھی نہ ہوگا۔ جہنم کے کسی بھی گڑھے میں مجرم زندہ کر کے داخل کیا جائے گا نہ کہ مُردہ حالت میں۔ اور اسی طرح جنت کے باغوں میں بھی مُردہ نہیں بلکہ خوش نصیب زندہ ہو کر داخل ہوں گے۔

ان آیتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان قبروں میں مدفون مجرموں کی لاشوں کو اللہ قیامت سے پہلے زندہ کر کے عذاب نہیں دیتا بلکہ قیامت کے دن ہی ان کو زندہ کر کے عذاب و سزا دے گا اور قیامت کوئی دیر بھی نہیں بہت نزدیک ہے۔ فرمان الہی ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ج اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور تم میں سے ہر ایک کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے کل (قیامت کے لیے کیا کیا؟) (الحشر: ۱۸)

اس پوری دنیا کی زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ آج اور قیامت کے لیے "کل" کا لفظ استعمال کرتا ہے چلے ہمارے حساب سے ہزاروں لاکھوں سال مُردے پر گزرے ہوں لیکن اللہ کے حساب میں وہ آج ہی مرا ہے اور کل قیامت کو اٹھالیا جائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ مرنے کے بعد جو زمانہ گناہگار مُردے پر گزرا ہو گا وہ اسے یاد نہیں ہوگا۔ ان سے جب سوال کیا جائے گا كَمْ كَسَبَتْكُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَىٰ سِنِينَ ه کہ "کتنے سال تم زمین میں رہے ہو" تو یہ جواب دیں گے لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ لَبَعْضَ يَوْمٍ ه کہ "ہم (صرف) ایک دن یا دن کا کچھ حصہ (زمین میں) رہے ہیں" (المومن: ۱۱۲-۱۱۳)  
 یہ آیت صاف بتا رہی ہے کہ "فی الارض" یعنی دنیا اور قبر میں کتنا عرصہ ہے تھے اب اگر مرنے کے بعد اس مُردے کو دوبارہ اسی قبر میں زندگی ملتی اور قیامت کے لیے اسی بدن کو عذاب ہوتا تو قبر سے اٹھنے کے بعد یہ مجرم اس بے خبری سے نہ کہتا کہ میں زمین میں کچھ ہی دیر کے لیے رہا ہوں اور نہ یہ کہتا



کہ مَن بَعَثْنَا مِنْ مَّوَدِّدٍ فَآوِءُکُمْ بِہِمْ ہمارے خواب کا ہر مل سے کس نے اٹھایا ہے  
اور اللہ تعالیٰ ان مجرموں کے بارے میں فرماتا کہ اِنَّہُمْ کَانُوا قَبْلَ  
خَلْقِکَ مُتَرَفِلِیْنَ ۚ یہ لوگ اس سے پہلے عیشِ نعیم میں پڑے  
ہوئے تھے (الواقفہ: ۴۵) اس برزخی کیفیت کو سمجھنے کے لئے بہترین  
مثال قرآن میں موجود ہے اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی تمام اولاد کو سرخ بخوئیوں  
کی شکل میں پیدا کر کے ان سے گواہی لی اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ط (اے اولاد  
آدمؑ) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا قَالُوْا  
جَیٰ ثَج ۚ بیشک مالک! تو ہی ہمارا رب ہے (الاعراف: ۱۷۲)

قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ اللہ نے پیدائش سے پہلے تمام ان اولاد  
سے اپنے رب ہونے کا عہد لیا ہے لیکن آج دنیا میں کسی بھی زندہ انسان  
کو وہ قرار یاد نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اقرار جس عالم میں لیا گیا تھا  
اس کا اس عالم دنیا یا دنیوی جسم سے کوئی تعلق نہیں تھا اسی طرح  
مرنے کے بعد قیامت تک کے لئے مجرم کو جس برزخی بدن کے ساتھ

لے یہ الفاظ پہلے مجرم انسان کا بیل سے لیکر آخری مجرم انسان تک سب  
کے ہرل گئے اگر ان بدنوں کو عذاب ہوتا تو نہ ہر اول، لاکھوں سال عذاب  
میں مبتلا رہنے والا انسان یہ الفاظ استعمال نہ کرتا۔

سے۔ بعض لوگ برزخی بدن کا مذاق اڑاتے ہیں کہ قیامت کے دن  
ان برزخی بدنوں کا کیا ہوگا؟ ایسے لوگوں کے لئے عرض ہے کہ اللہ نے آدمؑ  
کی تمام اولاد سے جن بدنوں کے ساتھ اقرار لیا تھا، ان کا کیا ہوا؟ جب  
یہ دنیاوی اجسام روح نکلنے کے بعد فنا ہو جاتے ہیں برزخی اجسام بھی روح

عذاب دیا جاتا ہے، اس کا بھی عالم دنیا سے تعلق منقطع ہوتا ہے۔ اسی لئے  
قرآن و حدیث میں اسکو برزخ کہا گیا ہے۔ گناہگار انسان کے دنیوی مردہ  
بدن کو قیامت تک کے لئے عذاب نہ ہونے کی بہترین مثال فرعون کی  
لاش ہے فرعون نے غرق ہوتے وقت ایمان لانے کا اقرار کیا تھا لیکن اللہ  
کی طرف سے جواب دیا گیا اَللّٰھُ وَفَعَدَّ عَصِیْتَ قَبْلَ وَ کُنْتَ  
مِّنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝ اب ایمان لاتا ہے حالانکہ پہلے تو نافرمان اور  
کسرش تھا۔ (یونس: ۹۱)

فَاَلْیَوْمَ نُنَجِّیْکَ بِبَدَنِکَ لَتَکُوْنَ لِمَنْ خُلِفَکَ  
اٰیۃً ط تو آج ہم تیرے بدن (لاش) کو (دریا سے) نکال لیں گے تاکہ  
تو پھیلوں کے لئے نصیحت ہو۔ اگر صرف نُنَجِّیْکَ فرمایا جاتا تو اس  
کا مطلب یہ ہوتا کہ ہم تجھے نجات دیں یا بچا لیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس  
کے ساتھ ہی وضاحت کر دی کہ بچانے کا یہ وعدہ تیرے برزخی بدن کے لئے  
نہیں صرف اس دنیوی لاش کے لئے ہے برزخی بدن کو تو ہم صبح و شام آگ  
پر پیش کرتے رہیں گے فرمایا اَللّٰھُ لَیُعْصِنَنَّ عَلَیْہَا عَذُوْا  
وَعَشِیًّا ۚ وَ یَوْمَ تَقُوعُ السَّاعَۃُ قَفَاۤتِیْ خَلُوْا اَلْ فِرْعَوْنَ  
اَسَدَّ الْعَذَابِ ۝ (دوزخ کی) آگ ہے جس کے سامنے صبح و شام  
(فرعون) پیش کئے جاتے ہیں اور جس روز قیامت برپا ہوگی (حکم ہر گاہ)

بقیہ ما شبہ ص ۵۴

نکلنے کے بعد فنا ہو جائیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر کسی کو اعتراض ہے تو  
قیامت کے دن برزخی بدنوں کے سلسلے میں اللہ کی عدالت میں مقدمہ دائر کرنے  
اللہ تعالیٰ اچھی طرح سمجھا دے گا (انشاء اللہ)







اس میں جا کر پھر زندہ ہو جاتا ہے بلکہ یہ اس کا حق ہے، احرام ہے، اسکی عزت ہے انسان کی حیثیت سے قیامت تک کے لئے یہ قبر (گڑھا) اسکی لاش کی پناہ گاہ ہے، اس کے لئے پسند ہے درنہ اگر مردوں کو گھر دل میں رکھتے یا مسید اول اور جنگوں میں پھینکنے کا حکم ہوتا تو دنیا میں تعفن اور بدبو کی وجہ سے زندہ لوگوں کے لئے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتی اور لوگوں کے دلوں سے موت کا خوف جاتا رہتا عقل مند لوگ تو اپنے جانوروں کو بھی مرنے کے بعد زمین میں دفن دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے مرنے میں دفن کرنے اور دبائے کا طریقہ بتلا کر اس پر احسان عظیم کیا ہے پہلے انسانوں میں قابیل نے جب اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا تو وہ بھائی کی لاش کے باغے میں بڑا پریشان تھا کہ اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ اللہ نے ایک کوسے کے ذریعے اسکو طریقہ بتلایا، جس نے دوسرے مردہ کو اس کے لئے زمین کرید کر اس کی لاش زمین میں چھپا دی قرآن بیان فرماتا ہے فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحِثُ فِي الْأَرْضِ لِيُخْبِرَ كَيْفَ يَوَارِي سَوْآتَهُ أَخِيهِ ط۔ پس اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تاکہ اسے (قابیل کو) دکھائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے (المائدہ: ۲۱) اللہ نے اس مثال کے ذریعے... انسانوں پر واضح کر دیا کہ اگر اپنے مردہ عزیز دل کی لاشوں سے ہمدردی رکھتے ہو، ان کا احترام کرنا چاہتے ہو تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ کوئے کی طرح زمین کھود کر ان کو اس کے اندر چھپا دو اب یہ قیامت سے پہلے زندہ نہیں ہو سکتیں۔

لے اس واقعے میں جس طرح قابیل نے انوس کرتے ہوئے کہا تھا کہ کاش میں کوئے جتنا عقل مند ہوتا کہ بھائی کی لاش کو زمین میں چھپا دیتا اسی طرح قیامت کے دن اللہ العزیز

اس واقعے میں ہیں یہ وضاحت بھی ملتی ہے کہ اس پہلے مقتول انسان (ہابیل) کی میت کو نہ غسل دیا گیا، نہ کفن پہنایا گیا اور نہ اس کا جنازہ پڑھا گیا بعد میں یہ سب کچھ مسلمان میت کے خصوصی احترام کے لئے رائج کیا گیا یعنی اس کی تعلیم فرمائی گئی لیکن میت کو غسل دینے، کفن پہنانے یا خوشبو لگانے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ یہ میت قبر میں زندہ ہو جاتی ہے اسی لئے ابو بکر صدیقؓ نے وفات سے پہلے فرمایا تھا کہ مجھے پرانے کپڑوں کا کفن پہنا دینا کیونکہ نئے کپڑے زندوں کے لئے ہوتے ہیں (مردوں کو تو قبروں میں گل سر کر ختم ہو جانا ہے) (بخاری) اس کا مشاہدہ ہم آٹے دن اپنے ارد گرد کی دنیا میں کرتے رہتے ہیں کسی بند کمرے میں قتل شدہ لاش سے دو تین دن بعد تعفن اور بدبو پھیلنے لگتی ہے اسی طرح قتل کے کسی مقدمہ میں کچھ دنوں کے بعد اگر کبھی لاش پوسٹ مارٹم کے لئے نکالی جاتی ہے تو تعفن اور بدبو کی وجہ سے لاش کے قریب کوئی کھڑا نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ علماء حق مردے کے ساتھ قبر میں آیات قرآنی رکھنا حرام سمجھتے ہیں کہ اس عمل سے قرآنی آیات کی سخت بے حرمتی ہوتی ہے۔

بخاری میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ مرنے کے بعد ہر انسان گل سر کر ختم ہو جاتا ہے، سوائے عجب الذنب، ٹہری کے اور قیامت کے دن اسی عجب الذنب (ٹہری) سے اللہ تعالیٰ انسان کو بنا رہا رہے زندہ۔  
بقیہ حاشیہ ۵۸

یہ قبر پرست، مردہ پرست بھی انوس کریں گے کہ کاش ہم اس کوئے جتنے عقل مند ہوتے کہ اپنی مردہ لاشوں کو صرف چھپانے کی نیت سے دفناتے اور یہ عقیدہ نہ رکھتے کہ یہ ان گڑھوں میں زندہ ہو جاتی ہیں۔



کرے گا۔ اسی طرح قرآن میں بتاتا ہے کہ کافروں نے جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ اعراض کیا، اِذَا كُنَّا عِظَامًا وَرُفَاتًا اِنَّا لَمَبْعُوثُونَ خَلْقًا جَدِيدًا ۝ کہ "جب ہم (مر کر بوسیدہ) ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے پیدا کر کے اٹھائیں جائیں گے۔" (بنی اسرائیل: ۴۹) مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ "کون ان بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرے گا؟" (الین: ۷۸) اس ایک اعراض یا سوال میں دو باتیں ہیں ایک یہ کہ مرنے کے بعد ہم سب مٹی ہو جائیں گے اور دوسری بات یہ کہ ہمیں ایسی صورت میں کیا دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور کون زندہ کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی تصدیق فرماتے ہوئے، کہ ہاں بالکل تم مرنے کے بعد مٹی ہو جاؤ گے، اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ان کو جواب دو کہ اس کے باوجود تم دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے اور ہم تمہیں زندہ کر کے اٹھائیں گے فرمایا قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتَابٌ حَفِيظٌ "ہم کو معلوم ہے ان کے جسموں کو زمین جتنا کھا کھا کی کم کرتی جاتی ہے اور ہمارے پاس (یہ سب کچھ) کتاب میں محفوظ ہے۔" (ق: ۴) جبکہ دوسری بات کے

لے ان اعراض یا سوال کرنے والوں کو قرآن میں کہیں بھی یہ جواب نہیں دیا گیا دَمْشٰی تَكُونُوْا عِظَامًا وَرُفَاتًا۔ (تم کب ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہوتے ہو) بلکہ ہر جگہ یہی ایک جواب دیا گیا کہ تم پہلے بھی مٹی سے پیدا ہوئے تھے اسی میں لوٹائے جاؤ گے اور اسی مٹی سے دوسری بار زندہ کر کے نکالے جاؤ گے مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نَعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اٰخَرٰی ۝ (طہ: ۵۵)

جواب میں نبی علیہ السلام سے خطاب کر کے فرمایا گیا قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝ (النبی: ۱۶) کہہ دو کہ ان (ہڈیوں) کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے، (الین: ۷۹) دوسری جگہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان انکاروں سے کہیں کہ مٹی اور ہڈیاں تو نرم چیزیں ہیں مٹی تو تھکری اصل ہے اس سے تمہارا دوبارہ پیدا کیا جانا اللہ کے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔ قُلْ كُونُوْا حِجَابًا ۙ اَوْ حِدِيْدًا ۙ کہہ دو کہ اگر تم پتھر یا لوہا بھی بن جاؤ "الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ هُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی" کہہ دو کہ جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، (بنی اسرائیل: ۵۰، ۵۱) فرمایا اَللّٰهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهَا ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ "اللہ ہی پہلی بار خلقت کو پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ اس کو پیدا کرے گا۔"

پھر تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔" (الزمر: ۱۱) وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهَا فَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ۝ "اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے لئے بہت آسان ہے۔" (الزمر: ۲۷) سُوْرَةُ الْقِيَمَةِ میں فرمایا اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلْنَّ تَجْعَلَ عِظَامَهُ ۙ "کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی (کھجری ہوئی) ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے؟" عَلٰی قَادِرٍ عَلٰی اَنْ تَسْوِيْ بَنَانَهُ ۙ "کیوں نہیں ہم تو اس کے پورے پورے دست کرنے پر قادر ہیں۔" (القیامہ: ۴) لیکن ایل کرنے کے لئے ایک وقت مقرر کیا گیا ہے فرمایا اَوَلَمْ يَدْرِ اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰی اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اٰجَلًا



لَا رَيْبَ فِيهِ ط "کیا یہ (انکاری) دیکھتے نہیں کہ اللہ نے (سات) آسمان اور زمین بنائے (اسی طرح) وہ اس پر قادر ہے کہ ان جیسے انسان (دوبارہ) پیدا کر دے اور اس نے ان کے (دوبارہ پیدا کرنے کے) لیے ایک وقت (قیامت کا دن) مقرر کر دیا ہے جس (کے آنے) میں کوئی شک نہیں۔"  
(بنی اسرائیل : ۹۹)

انسان کو اس ارضی قبر میں گل بٹر کر مٹی ہو جانے کے بعد عذاب یا راحت کا احساس تک نہیں ہوتا کیونکہ اللہ فرماتا ہے کہ یہی کافرو مشرک قیامت کے دن اس بات کی خواہش کریں گے کہ کاش وہ ہمیشہ کے لیے زمین میں مل کر مٹی ہو جاتے اور دوبارہ زندہ نہ کئے جاتے۔ كَيْفَ مَبْعُوثِينَ كَعَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوْا الرَّسُولَ لَوْ نَسَوِیْ بِهِنَّ الْاَرْضَ ط  
(النساء : ۴۲)

"اس روز کافر اور رسول کے نافرمان آرزو کریں گے کہ کاش وہ زمین کے ساتھ برابر ہو جاتے (یعنی ہمیشہ کے لیے زمین میں مٹی ہو کر رہ جاتے اور دوبارہ انسان بن کر نہ نکلتے تو کتنا اچھا ہوتا" وَيَقُولُ الْكَافِرُ يٰلَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا ۝ اور کافر کہے گا کہ اے کاش! میں مٹی ہوتا" (النساء : ۴۰)  
یعنی دوبارہ زندہ کر کے نہ اٹھایا جاتا۔

مندرجہ بالا آیات قرآنی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خاکی بدن کے ساتھ انسان کے لیے دو زندگیاں مخصوص کر رکھی ہیں ایک اس دنیا میں اسے ملتی ہے اور دوسری آخرت میں ملے گی۔ پہلی بار دنیا میں انسان کو عبادت کے لیے پیدا کیا جاتا ہے یہ عارضی زندگی... آزمائش اور امتحان کے لیے ہوتی ہے اور دوسری اس امتحان کے بدلے

کے لیے اور مستقل ہوتی ہے۔ فَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ خَيْرٌ أَلْفَ بَارٍ ۝ اور آخرت ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔ (المومن : ۲۹)

دہاں انسان کے لیے موت نہیں بلکہ اسے ہمیشہ زندہ رہنا ہے قیامت کے دن انہی بدلوں کے ساتھ زندہ کرنے کے بعد تمام انسانوں سے کہہ دیا جائے گا کہ آج رب ذوالجلال نے تمہیں دوبارہ مٹی سے پیدا کر کے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ پورے قرآن میں دو زندگیوں کا ذکر ہے دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد دوسری زندگی آخرت میں ملے گی۔ فرمایا كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط "ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔" وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ اٰجِدَكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ط اور (اے انسانو!) تم کو قیامت کے دن پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔" لے  
(ال عمران : ۱۸۵)

وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَنُفِثْ مِنْهَا جَ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ فَنُفِثْ مِنْهَا ط اور جو شخص دنیا میں بدلہ چاہتا ہے اسکو ہم ہمیں بدلہ دیں گے اور جو آخرت میں ثواب کا طالب ہے اس کو دہاں اجر عطا کریں گے۔ (ال عمران : ۱۴۵) فَمِنْ النَّاسِ

لے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الدُّنْيَا مَتَدَعَةُ الْآخِرَةِ۔ "دنیا آخرت کی کھیتی ہے، یعنی انسان دنیا میں جو بونے گا وہی آخرت میں کاٹے گا یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مولوی چندہ مانگتا ہے تو اس طرح بیل کرتا ہے کہ چندہ دے کر ثواب دارین حاصل کریں" دارین حالت بھنی و جری میں تثنیہ ہے (یعنی دو گھر) ایک دنیا کا گھر اور دوسرا آخرت کا گھر۔







كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ اس وقت (ان نزل  
کا) کیا حال ہوگا جب ہم ان کو جمع کریں گے، اس روز (قیامت) جس  
کے آنے میں کوئی شک نہیں اور جس روز ہر نفس اپنے اعمال کا پورا پورا  
بدلہ پائے گا اور ان (میں سے کسی) پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔  
وَنَضْعُ الْمَوَانِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ فَلَا تَظْلِمُ نَفْسٌ  
شَيْئًا (الانبیاء: ۴۷)

”اور ہم (جب) قیامت کے دن انصاف کا ترازو دکھڑا کریں گے تو  
کسی نفس پر ذرا بھی زیادتی نہیں کی جائے گی۔“

منافقین کے لئے فرمایا گیا سَعِدَتْ بِهِمْ مَسْجِدَتُيْنَ  
حَمَّ كِبْرَهُ وَنَ إِلَى عَذَابٍ عَظِيمٍ (التوبہ: ۱۰۱) ”پس ہم ان منافقوں  
کو دہرا عذاب دیں گے، پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے“  
اس آیت سے بعض قبر پرست تین مرتبہ عذاب (یعنی تین زندگیاں)  
ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ایک دنیا کا عذاب، دوسرا ارضی قبر کا عذاب  
اور تیسرا آخرت کا عذاب۔ حالانکہ اس آیت میں صاف بتا دیا گیا کہ منافق  
(کافر) یہاں دنیا میں بھی عارضی عذاب میں مبتلا رہیں گے، کبھی انکو سکون  
اور دل کا چین نصیب نہیں ہوگا مذہب رہیں گے اور آخرت میں  
مہیشہ کے لئے بڑے عذاب میں جھڑک دیے جائیں گے اس قسم کی آیتیں  
سورۃ العمران، الحج اور الزمر میں بھی بیان ہوئی ہیں۔ فرمایا  
فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَاعْنِ بِهِمْ عَذَابًا سَدِيدًا فِي الدُّنْيَا  
وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝ (العمران: ۵۶)

”پس جو کافر ہوئے ان کو دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دیں

گا اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔“ لہٰذا الدُّنْيَا خِزْيٌ وَ  
خِزْيُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ عَذَابٌ أَلِيمٌ (الحج: ۹۰)  
اس (کافر) کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور قیامت کے دن ہم اسکو جلا  
دینے والی آگ کا مزہ پکھائیں گے۔ فَإِنَّهُمْ اللَّهُ الْخِزْيُ فِي  
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلِعَذَابِ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ  
(الزمر: ۲۶) ”پس اللہ نے ان کو دنیا کی زندگی میں رسوائی (عذاب)  
کا مزہ پکھایا اور آخرت کا عذاب تو بڑا سخت ہے۔ کاش یہ لوگ سمجھتے“  
اسی طرح یہ فرقہ پرست اور قبر پرست قرآن کی مندرجہ ذیل  
آیت سے ارضی قبر کی زندگی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں یَذْبُتِ  
اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ...  
(ابراہیم: ۲۷) کہ ”اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو دنیا میں بھی ثابت قدم رکھے گا  
اور آخرت میں بھی“ یعنی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت دونوں میں ایمانداروں  
کی مدد کرے گا۔ چونکہ اس آیت کا ذکر بخاری کی حدیث میں عذاب القبر  
کے ساتھ کیا گیا ہے اسی لئے بعض جاہل اور گمراہ بڑے خوش ہوتے ہیں  
کہ ہمارے عقیدے (مردہ قبر میں زندہ ہو جاتا ہے) کا ثبوت قرآن کی یہ  
آیت ہے۔ حالانکہ اس آیت میں صاف طور پر دو زندگیاں، دنیا اور آخرت  
کا ذکر ہے تیسری زندگی کا نام تک نہیں ہے۔ تاہم ایسے لوگوں کی اطلاع  
کے لئے قرآن مجید کی دوسری آیت پیش کی جاتی ہے شاید یہ نہ کہ وہ بالا  
آیت سے تیسری زندگی ثابت کرنے کی ناکام کوشش میں قرآن کا انکار  
کرنے سے باز آجائیں۔ سورۃ المؤمن میں اللہ کافران سے إِذَا لَنُصْرُ  
رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ



الْأَشْهَادُ ۝ ” ہم اپنے رسولوں اور ایماندار بندوں کی دنیا کی زندگی میں ضرور مدد کرتے ہیں اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے (اس دن بھی مدد کریں گے) ” یعنی قیامت کے دن بھی ان کی مدد کریں گے۔ پورے قرآن میں کہیں پر تیسری زندگی کا ذکر نہیں ہے ہر جگہ دوزندگیوں (آخرت اور دنیا) کا ذکر آیا ہے۔

مرنے کے بعد جو کیفیت ہوتی ہے وہ برزخ کا معاملہ ہے

اُس کا اس بدنِ عسری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ برزخی عذاب یا راحت کا اس دنیوی مردہ جسم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ قیامت تک کے لیے اس مردہ بدن کے ساتھ روح کا رشتہ منقطع رہتا ہے اور...

۱۔ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ جرم و گناہ تو دنیاوی بدن کرے اور عذاب و سزا دوسرے برزخی بدن کو ملے تو اس کا جواب بھی قرآن و حدیث میں موجود ہے جیسا کہ اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے والے نبی (علیہ السلام) تو دنیاوی قبروں میں پڑی رہتی ہیں، قربانی تو شہداء کے ان دنیاوی جسموں نے دی ہوتی ہے لیکن مرنے اور عیش و عشرت جنات کے اندر شہداء کے دوسرے رازنے والے بدن کرتے ہیں اسی طرح معراج کے واقعہ میں گناہگاروں کو جہنم میں عذاب ہوتے ہوئے دکھلایا گیا گناہ تو ان کے دنیوی بدنوں نے کئے تھے لیکن قیامت تک ان جرموں کو برزخی جسموں کے ساتھ سزا ملتی رہے گی اسی طرح سرکشی اور ظلم کا ارتکاب فرعون کے دنیاوی بدن نے کیا تھا جبکہ آج اُس کا دنیاوی بدن (رلاش) محفوظ ہے لیکن برزخ میں صبح و شام اُسے آگ پر پیش کیا جاتا ہے (القرآن)،

قیامت تک یہ جسم مردہ ہی رہتا ہے۔ قیامت کے دن روح اور بدن ملا دیے جائیں گے فرمایا: **وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝** ” اور جب روحیں (بدنوں کے ساتھ) ملا دی جائیں گی “ (التکویر: ۷) چنانچہ قیامت سے پہلے مُردوں کو دنیاوی گڑھوں (قبروں) میں زندہ ماننے والے قرآنی تعلیمات کے انکار ہی ہیں اگر مُردے قبروں میں زندہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ قرآن میں کیوں فرماتا کہ **إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ** ” بیشک ہم مُردوں کو زندہ کر کریں گے۔ “ (یسین: ۱۲) بلکہ ایسی صورت میں تو اللہ اس طرح فرماتا کہ ہم مُردوں کو (قیامت کے دن) اٹھائیں گے، ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو قیامت تک ان گڑھوں میں مُردہ رکھتا ہے اور قیامت کے دن ان کو زندہ فرمائے گا۔ قبر میں مردے کو زندہ ماننے والے عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ دیکھو! عیسیٰ علیہ السلام نے مُردوں کو زندہ کیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ ہر مردہ قیامت سے پہلے زندہ ہو جاتا ہے اور اس طرح ہر انسان کو تین زندگیاں ملتی ہیں یہ قبر پرست ایسے کالافہام ہیں کہ یہ نہیں سمجھتے کہ یہ دلیل خود ان کے خلاف جاتی ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا تھا، زندہ ہونے کے بعد وہ قبروں سے باہر نکل آئے وہ پہلے قبروں میں مردہ پڑے ہوئے تھے اگر عیسیٰ علیہ السلام انھیں اللہ کے حکم سے زندہ نہ کرتے تو وہ مردہ ہی رہتے یہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعے مُردہ کے زندہ ہونے کی مثال پیش کر دی کہ اسی طرح اللہ تعالیٰ قیامت کے دن قبروں میں مدفون اور تمام مُردوں کو زندہ کر کے اکٹھا کریں گے یہ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں سے تھا اور معجزہ اللہ کا عام قانون نہیں ہوتا۔



اسی طرح کی مثال اللہ تعالیٰ نے عزیر علیہ السلام کے واقعہ میں ...  
 بیان فرمائی ہے اللہ نے عزیر علیہ السلام کو سو سال تک مردہ رکھنے کے بعد  
 زندہ کر کے ان سے پوچھا کہ کَیْنَتْ ط کہ ”تم کتنا عرصہ (اس حال میں)  
 رہے ہو؟“ عزیر علیہ السلام نے جواب دیا کَیْنَتْ یَوْمًا اَوْ لَجُضَ  
 یَوْمٍ کہ ”میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ (اس حال میں) رہا ہوں“ تب ان  
 کو بتایا گیا جَلَّ لَیْنَتْ مَا کُنْتَ عَامِدَ کہ ”نہیں! بلکہ تم سو سال تک  
 (اس حال میں) رہے ہو۔“ (البقرہ : ۲۵۹)

قرآن میں بیان کئے گئے اس واقعہ میں عقل مند دل کے لئے بڑا درس ہے  
 کیونکہ اس سو سال کے عرصے میں بارشیں بھی ہوئی ہوں گی، طوفان آئے  
 ہوں گے، گرمی اور سردی کے سوسوموسم گزرے ہوں گے لیکن عزیر علیہ السلام  
 کو ان کا ذرا بھی احساس نہیں ہوا کیونکہ وہ مردہ تھے اور مردے کو احساس و  
 شعور نہیں ہوتا۔ اس واقعے سے ثابت ہوا کہ مردہ دوبارہ زندہ ہونے تک  
 بے خبر، غافل اور بے جان ہوتا ہے اس مردہ لاکش کو موت کی حالت  
 میں عذاب یا راحت کا بالکل احساس تک نہیں ہوتا۔ قرآن کے اس واقعہ کی  
 رو سے ہم یہ دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ عزیر علیہ السلام اگر اکیس سال بھی

لے سوئے ہوئے انسان پر اگر تیز دھوپ، بارش یا طوفان آجائے تو وہ  
 فوراً محسوس کر کے اٹھ جاتا ہے لیکن عزیر علیہ السلام نے سو سال تک کسی  
 چیز کو بھی محسوس نہیں کیا، کیوں؟ اس لئے کہ وہ بے جان ہونے کی  
 وجہ سے بے شعور تھے اور یہی حال مرنے کے بعد ہر مردے کا رہتا  
 ہے۔

مردہ رہتے اور زندہ کیئے جانے کے بعد ان سے یہ پوچھا جاتا کہ آپ کتنا عرصہ اس  
 حالت میں رہے ہو تو وہ یہی جواب دیتے کہ کَیْنَتْ یَوْمًا اَوْ لَجُضَ یَوْمٍ  
 میں ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ایسے رہا ہوں اسی لئے تو انسانوں کا حقیقی خالق اور  
 ان کو موت سے بھنا کرنے والا فرماتا ہے اَمَوَاتٌ غَیْرَ اَحْیَاءٍ وَمَا  
 یَسْعُرُوْنَ لَا اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ۝ کہ ”مردہ ہیں زندہ نہیں اور ان کو اس بات  
 کا شعور نہیں کہ (دوبارہ) کب اٹھائے جائیں گے۔“ (النحل : ۲۱) کہیں فرمایا  
 وَهَمْدٌ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفِلُوْنَ اور وہ (مردے) ان کی بیکار و بے  
 غافل پڑھے ہوئے ہیں۔“ (الاحقاف : ۵)

اکثر قبر و فرقة پرست عزیر علیہ السلام کے اس واقعے سے تیسری  
 زندگی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ واقعہ معجزہ و توحید پر ہوا  
 اور اللہ نے اس سے یہ ثابت کیا ہے کہ اس کے لئے مرنے کے بعد انسان کو قیامت  
 کے دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھانا کوئی مشکل نہیں بلکہ آسان کام ہے اور یہ کہ  
 مرنے کے بعد انسان کو کوئی احساس، شعور و ادراک نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود  
 بھی اگر یہ لوگ بضد ہیں کہ اس واقعہ میں تیسری زندگی کا ثبوت موجود ہے  
 تو پھر ایسے جملے سے ————— ایک سوال ہے کہ اس واقعہ میں ایک  
 گدھے کا بھی ذکر آتا ہے جس کی ہڈیاں بھی مرنے کے بعد بوسیدہ ہو چکی  
 تھیں اور وہ بھی عزیر علیہ السلام کے ساتھ زندہ کیا گیا۔ کیا اس بات کو بھی  
 مان لیا جائے کہ ہر گدھا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے؟ اس کا جواب  
 تیسری زندگی کے ماننے والوں اور مردہ پرستوں کے ذمے ہے اب ایسے لوگ  
 یا تو گدھے کے دوبارہ زندہ ہونے پر بھی ایمان لے آئیں یا پھر تو بے استغفار  
 کر کے اپنے حقیقی مالک کی اس بات کو تسلیم کر لیں کہ مرنے والے قیامت



تک مرکہ اور بے جان ہوتے ہیں۔ لے

قرآن نے اصحاب کہف کا واقعہ بیان کیا ہے جو تقریباً ۳۰۹ سال تک غار میں رہے تھے اس دوران ان کے سارے عزیز واقارب وفات پا چکے تھے۔ کئی حکومتیں بدل چکی تھیں لیکن اللہ کے ان بچے اولیاء اور نیک سیرت جوانوں کو (جن کو اللہ تعالیٰ نے اتنا عرصہ سلائے رکھا) ابھی موت سے بھنکار نہیں ہوئے تھے، ان ساری تبدیلیوں کا علم تک نہیں ہوا تھا۔ نیند سے بیدار ہو کر اٹھنے کے بعد آپس میں کہتے ہیں کہ ہم ایک دن یا دن کا کچھ حصہ اس غار میں رہے ہیں اور اپنے ساتھی کو کھانا لانے کے لیے باہر بھیجتے ہیں اس تاکید کے ساتھ کہ کوئی دشمن دیکھ نہ پائے۔ ان اولیاء اللہ کا خیال تھا کہ وہ سارے مخالفین، عزیز واقارب اور ظالم حکمران زندہ ہیں اور اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ سارے مخالفین اور دشمن وفات پا چکے ہیں اب جو لوگ یہ عقیدہ

لے اس واقعہ سے تیسری زندگی ثابت کر نیوالوں کو علماء کہنا علم کی توہین ہے انکی مثال بنی اسرائیل کا ان علماء کی سی ہے جن کو قرآن نے گدھوں کی تشبیہ دی ہے (سورۃ الحجۃ)

نہ آج اکثر حکمران اقتدار کا حلف اٹھانے کے بعد مزارات پر جب کہ چادریں چڑھاتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ اس سے قبر میں مدفون بابا خوش ہوں گے اور انکی مدد کریں گے اور انکو معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں صاحب اس علاقے کے گورنر یا وزیر بن گئے ہیں اس طرح کا عقیدہ و عمل بھی محض جہالت، شرک اور قرآنی تعلیمات کے انکار پر مبنی ہے۔

رکھتے ہیں کہ مردوں پر ان کے عزیز واقارب اور اہل و عیال کے اعمال پیش ہوتے ہیں وہ خود ہی فیصلہ کریں کہ یہ نری جہالت اور قرآنی تعلیمات کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟

اسی طرح قرآن ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتا ہے جب اہنول نے اللہ سے مطالبہ کیا کہ رُبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحِیُّ الْمَوْتٰیؕ اے مرے رب تو مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا۔

(البقرہ: ۲۶۰)۔ اگر ابراہیم علیہ السلام کا یہ عقیدہ ہوتا کہ مردے اسی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں تو کبھی بھی اللہ سے یہ مطالبہ نہ کرتے قبرستان میں جا کر کسی بھی قبر والے سے سمکھلا ہوتے اور حال پوچھ کر اپنے دل کو مطمئن کر لیتے (یا اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام سے فرماتا کہ قبروں میں مردے نہیں ہیں، سارے زندہ ہوتے ہیں قبرستان جا کر کسی بھی قبر کے پاس کھڑے ہو جاؤ اور اس سے کلام کر کے اپنے دل کو مطمئن کر لو) ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعہ میں بھی ہمارے لیے بڑا سبق ہے ابراہیم علیہ السلام نے مطالبہ مردوں کو کس طرح زندہ

ہونے کا کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے جواب میں چار پرندوں کو ذبح کرنے کا حکم دے دیا اور پھر چاروں کے ٹکڑے ملا کر دور جگہوں پر رکھنے کے بعد ان کو بلانے کے لیے کہا یہ عمل اختیار کرنے کے بعد ابراہیم علیہ السلام نے سب پرندوں کو اپنی طرف بلایا وہ پرندے اللہ کے حکم سے دوبارہ زندہ ہو کر ابراہیم علیہ السلام کے پاس آ گئے۔ اللہ کی طرف سے اس معجزے کا اظہار ابراہیم علیہ السلام کے دل کا اطمینان



بن گیا ہے

سورة البقرة میں موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے ایک قتل کا واقعہ بیان ہوا ہے کسی کو معلوم نہیں تھا کہ قاتل کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر کی حیثیت سے خود موجود تھے اس قتل کی وجہ سے وہ خود بھی پریشان تھے۔ اگر مڑے کلام کر سکتے یا جواب دے سکتے تو موسیٰ علیہ السلام آتے ہی مقتول سے پوچھ لیتے کہ بتاؤ تمہیں کس نے قتل کیا ہے؟ لیکن معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا کہ مردہ نہ کلام کر سکتا ہے اور نہ جواب دے سکتا ہے چنانچہ اللہ کے حکم سے جب ایک مخصوص گائے کے گوشت سے اس مقتول کو مارا گیا تو اس نے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتا دیا اب اگر اس دور میں قتل کے کسی مقدمہ میں کوئی شخص عدالت میں گواہی دے کہ اس مقتول کی لاش نے اپنے قاتل کا نام بتا دیا تھا تو اسلامی قانون تو ایک طرف، دنیا کا کوئی قانون بھی

اے ابراہیم علیہ السلام کی جگہ اگر اس زمانے کا کوئی فرقہ پرست مولوی ہوتا تو ظاہر ہے ہرگز مطمئن نہیں ہوتا اور اعتراض کرتا کہ میں نے تو مردوں کو زندہ کرنے کا سوال کیا تھا اللہ نے جواب میں مردہ پرندوں کو زندہ کر دکھایا ہے شک میں ہی رہتا۔ ابراہیم علیہ السلام کے اس معجزے میں اللہ نے ذبح شدہ پرندوں کو دوبارہ زندہ کر کے دکھایا ہے اب ان فرقہ پرستوں کے انداز پر کیا یہ دلیل درست ہوگی کہ تمام پرندے ذبح ہونے کے بعد دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو پھر پیشہ ور مولوی کے پیٹ میں مرغول کی لڑائی ہوتی ہوگی اور ہوتی رہے گی دہری اس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔

یہ گواہی تسلیم نہیں کرے گا اور ایسے شخص کو یہی جواب دیا جائے گا کہ مردہ کلام نہیں کرتا یہ قرآن و عقل دونوں کے خلاف ہے موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا مذکورہ بالا واقعہ خالصتاً معجزہ تھا اور معجزہ عام قانون نہیں ہوتا۔

اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا واقعہ آج اگر ایک غیر شادی شدہ کنواری حاملہ ہو جائے اور پوچھنے پر وہ دعویٰ کرے کہ اسے بھی مریم صدیقہ کی طرح بغیر شوہر کے حمل ہو گیا ہے تو اسلامی شریعت کیا کوئی مذہب بھی اس کے اس دعوے کو قبول نہیں کرے گا کیونکہ مریم علیہا السلام کا حمل سے ہو جانا معجزہ تھا۔ اس واقعہ کو دلیل بنا کر کوئی بے شوہر خاتون قیامت تک یہ دعویٰ نہیں کر سکتی کیونکہ یہ اللہ کا قانون نہیں ہے اشیاء تعویذ فروش اور جنات کو قابو کرنے کا دعویٰ دار پیر و مولوی، مال کھا کر کسی ایسی عورت کے حق میں فتویٰ دیدے (معجزات) کو دلیل کے طور پر پیش کرنے والے یا تو زبے جاہل ہیں یا فریب کار، کیونکہ معجزات عام قانون سے مستثنیٰ ہوتے ہیں چنانچہ ایسے لوگوں کے لئے جو قرآن و صحیح احادیث کو مانتے ہیں اور نہ اللہ کی عطا کی ہوئی نعمت "عقل" ہی کو کام میں لاتے ہیں، یہی کہا جاسکتا ہے اُولَٰئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلَّوْا هُمْ اَضَلُّ ط کبیر لوگ بالکل جانوروں کی طرح ہیں علیہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔ (الاعراف)

یہی لوگ اپنے باطل اور گمراہ عقیدے کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کچھ دنیاوی مثالیں بھی پیش کرتے ہیں کہ دیکھو! سوتا ہوا انسان



بھی مُردہ ہوتا ہے۔ نیند کی حالت میں (خواب کے اندر) جو سختیاں اور تکالیف اس کی روح کو پہنچتی ہیں اس کا احساس اس کے سوئے ہوئے بدن کو بھی ہوتا ہے اور یہ مثال آج کے بڑے بڑے مفتی، محدث اور مفسر پیش کرتے ہیں۔ موت اور نیند کا ذکر قرآن و احادیث میں موجود ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ سویا ہوا فرد بھی حقیقت میں مُردہ ہوتا ہے بلکہ سوئے ہوئے کو مُردے سے تشبیہ دی گئی ہے اور انسانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ دیکھو دنیا کی زندگی میں تم رہتے ہو اور ہر موقع پر اللہ کے اختیار اور قبضے میں ہوتے ہو، زندہ ہوتے ہوئے بھی تمہارا اپنی جانوں پر کوئی اختیار اور کنٹرول نہیں ہوتا اور بتایا گیا ہے کہ تمہاری زندگی کا نظام ہماری مرضی سے چل رہا ہے اس میں کسی اور کا دخل یا اختیار نہیں بہر حال ان لوگوں کی یہ مثال اور دلیل بھی خود انہی کے خلاف جاتی ہے۔

بخاری کی حدیث میں ہے کہ نیک میت کو جب لوگ دفنانے لے جاتے ہیں تو یہ کہتی ہے قَدْ مَرَرْنِي، قَدْ مَرَرْنِي کو مجھے جلدی لے چلو، مجھے جلدی لے چلو۔ جب کہ گنہگار میت کہتی ہے کہ "ہائے افسوس! تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔" اور اگر اس میت کی یہ آواز وغیرہ انسان سن لیں تو بے ہوش ہو جائیں۔

اب عقل والے ایمانداران قبر و مسک پرستوں کی نیند والی مثال اور بخاری کی اس حدیث کو سامنے رکھتے ہوئے ذرا غور فرمائیں کہ :- کیا کوئی سویا ہوا شخص کلام کر سکتا ہے یا کسی کی بات سن سکتا ہے (بشرطیکہ وہ مکمل سویا ہوا ہو، ان مسک پرست علماء کی طرح قصداً

آنکھیں بند نہ کی ہوں)؟ اگر کوئی سوئے ہوئے شخص کو سلام کرے تو کیا وہ سلام کا جواب دے سکتا ہے؟ کیا ایک سویا ہوا شخص اپنے قریب کھڑے ہوئے دوسرے انسان کو پہچان لیتا ہے؟ کیا کسی سوئے ہوئے شخص کے ڈراؤنے خواب سنا اس کے قریب سے گزرنے والا کوئی جانور یا چوپایا متاثر ہو سکتا ہے؟

اگر مکمل سوئے ہوئے آدمی کو نیند کی حالت میں کہیں لے جایا جائے تو کیا وہ جانتا ہے کہ یہ لوگ اسے کہاں لے جا رہے ہیں؟ کیا وہ اپنے ساتھ ہونیوالی اس کا ردائی سے باخبر ہوتا ہے؟

اگر کوئی مالک مکان سویا ہوا ہو اور اس حالت میں جو گھر میں داخل ہو جائے تو کیا وہ چور کی آہٹ (چاپ) سن سکتا ہے؟ یا چوری ہو جانے کے بعد سوئے ہوئے انسان مالک مکان کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مکان میں کون آیا تھا یا سویا ہوا اپنے مکان کی چھت پر چلنے والے کو پہچان لیتا ہے۔ لے

کیا کبھی کوئی عقلمند سمجھدار آدمی اپنے سوئے ہوئے رشتہ دار یا رشتہ کو نیند کی حالت میں پیغام دیتا ہے؟ (ہرگز نہیں) کیونکہ وہ جانتا ہے کہ سویا ہوا بالکل نہیں سنا اس لیے اس کو پیغام دینا بیکار ہے وہ کسی جاگتے ہوئے فرد کو پیغام دے کر سمجھا دے گا کہ جب نیند

لے جب زندہ انسان بھی اپنے مکان کی چھت پر چلنے والے شخص کو نہیں پہچان سکتا تو وہ مُردہ انسان اپنی قبر پر یاں لے لے ہوئے کو کیسے پہچان لے گا؟



سے بیدار (موت زندہ) ہو جائے تو اس سے یہ کہہ نیا کہ فلاں صاحب نے تمہارے لئے یہ بیخام دیا ہے)

امید ہے کہ مذکورہ بالا جملہ سوالات کا جواب نفی میں ہوگا کیونکہ یہ سارے مشاہدے دل رات ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔

اب سوچنے کا مقام ہے کہ جب سویا ہوا زندہ انسان (مجھض شعور و ادراک کے اعتبار سے عارضی طور پر مردہ ہوتا ہے) نہ کلام کر سکتا ہے نہ سن سکتا ہے نہ سلام کا جواب دے سکتا ہے نہ اپنے قریب کھڑے ہوئے دوست کو پہچان سکتا ہے یہاں تک کہ اپنے دشمن (چور) تک کو نہیں پہچان سکتا تو حقیقی مردہ کیسے کلام کرے گا، دوسروں کے جو قول کی چاپ کیسے سنے گا؟ اور اگر سوئے ہوئے شخص کے لئے یہ عقیدہ ہے کہ وہ ماحول سے غافل اور بے شعور ہوتا ہے تو پھر مردے کے لئے یہ عقیدہ اور اس عقیدے کے حجاز کے لئے اتنی دور کی کوٹیاں ڈھونڈ لانے کی دھن اور فکر کیوں ہے؟ کہ وہ ہر وقت قبر میں بیدار و خبردار سمیع اور علیم و بصیر ہوتا ہے حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے کہ تو حید کے بڑے بڑے علمبردار بھی اس ممکنے کو نظر انداز کر جاتے ہیں یا سمجھ نہیں پاتے مردے کے بارے میں یہی تصور تو قبر پرستی کی دیو مال کی بنیاد اور سہارا ہے اور اسی نکتے پر (بظاہر کفر و شرک کے تو ذول کے باوجود) یہ بریلویوں سے ہاتھ ملاتے اور اس مردے کے تعلق سے اس عقیدے کو نظریے کے دفاع میں قرآن و سنت ادنیٰ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی پیروی زندگی کے طرز عمل پر مشتمل ٹھوس اور واضح دلائل کے مقابلے میں بریلویوں کی طرف

سے پیش کئے گئے دلائل ان تنکے کے سہاروں اور غیر واضح باتوں کو پیش کرتے نظر آتے ہیں۔

اگر یہ عقلمندی ہے تو پھر نادانی کیا چیز ہوتی ہے؟ اور اگر یہ علم ہے تو پھر بے ہالت کس چیز کا نام ہے؟ قَاعْبُدُوْكَ اَوْ لَا اَبْصَارُ فَمَا ذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ ج خَا نِي تَصَدَّقُوْنَ ۝

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کی مخالفت کے لئے بہنیں تشریح کے لئے بھیجے گئے تھے ہم گنہگار تو سوچ بھی نہیں سکتے کہ انھوں نے قرآن کے خلاف کوئی عمل کیا ہو گا یا حدیث بیان کی ہوگی اگر کوئی اور اسکی تمہت کرتا ہے تو یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے بہر حال ہم اپنے رب کو گواہ بنا کر اعلان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے ایک ایک لفظ پر مضبوط ایمان اپنے عمل سے ثابت کر دکھایا ہے اور دنیا جہاں والوں سے قرآن کی تعیمات کے دفاع کے لئے جنگ لڑی ہے۔

یہ جو بعض احادیث کو قرآن کے خلاف سمجھا جا رہا ہے یہ قرآن کے خلاف نہیں ہیں بلکہ ان احادیث میں ادیانہ طور پر سمجھایا گیا ہے کیونکہ خود قرآن میں ادب پایا جاتا ہے (بلکہ قرآن کی زبان ایک اعلیٰ ترین ادبی شاہکار کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ ایسا ادب جسکی کوئی مثال نہیں پیش کی جاسکتی ہے) مثال کے طور پر منافقوں اور کافروں

لے قرآن اللہ کے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے ہر رسول کو اللہ نے حالات اور زمانے کے لحاظ سے معجزہ عطا کیا رسولی علیہ السلام



کے لئے فرمایا گیا صُورٌ مِّمَّنْهُنَّ فَهَذَا يَزْجَعُونَ ۝ یہ پہلے ہی کوٹے  
 بین اللہ ہیں کبھی رجوع کرنے والے نہیں (البقرة: ۱۸) اب اگر  
 قرآن کا کوئی تاری اس آیت کو پڑھنے کے بعد ہر منافق اور کافر کو  
 دنیوی طور پر بہرہ، گونگا اور اندھا سمجھے تو یہ اس کی نادانی ہے اس  
 آیت کا مطلب ہرگز یہ نہیں بلکہ دراصل مطلب یہ ہے کہ یہ کافر اور  
 منافق کھلی آنکھوں سے کائنات میں کھری ہوئی اللہ کی قدرت کی...

بقیہ حاشیہ ص ۵۹

کے زمانے میں جادو و ندول پر تھا تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو  
 ایسے معجزات دیے کہ اس زمانے کے تمام جادوگر اپنے جادو کے ذریعے  
 ان کا مقابلہ نہ کر سکے اور یقیناً حقیقت کے سامنے سرخم کر پڑا۔ عیسیٰ  
 علیہ السلام کے زمانے میں طب نے خوب ترقی کی تھی ہر بیماری کا علاج  
 دریافت کر لیا گیا تھا سوائے اندھے کو بینا کرنے اور کوڑھ کے مریض کو ٹھیک  
 کرنے کے۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو مردوں کو زندہ کرنے، مادر زاد  
 اندھوں کو بینا کرنے اور کوڑھ کے مریض میں مبتلا مریضوں کو ٹھیک کرنے  
 کے معجزات عطا فرمائے جنہیں دیکھ کر وہ حیران رہ گئے۔ اسی طرح محمد صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے زمانے میں شعروشاعری اور زبانی وادب کا مقابلہ زور دل پر تھا  
 تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی شکل میں ان پر معجزہ نازل فرمایا جس کے ذریعے بڑے  
 بڑے شاعر اور ادیبوں کو چیلنج کیا گیا کہ خَاوِلُ السَّوَرَةِ مِّنْ  
 مِّثْلِهِ مَن وَارِعُوا شَهْدًا ۚ كُفُّوا مِّنْ دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ  
 لیکن وہ سانسے قرآن کی ایک سورتہ کیا ایک آیت بھی نہ بنا سکے اور نہ ہی  
 قیامت تک کوئی بنا سکے گا۔

انشائیوں کا نظارہ کرنے اور کانوں سے اللہ کا سچا کلام سننے کے باوجود  
 بھی اگر اپنی زبانوں سے ایمان کا اقرار نہیں کرتے، حق کو نہیں مانتے تو  
 گویا یہ اللہ کی وحی ہوئی سننے، بولنے اور دیکھنے کی ان نعمتوں سے کام  
 نہیں لیتے۔ جب یہ کائنات کے اصل حقائق کو دیکھنے، سننے اور ماننے  
 کے لئے تیار نہیں تو پھر اللہ کی نظر میں یہ اندھے، بہرے اور گونگے ہیں  
 اللہ ان سے قیامت کے دن ان نعمتوں کی ناقدری کا بھی حساب لے گا  
 حالانکہ دنیوی طور پر کافر و منافق اپنے مطلب کی چیزوں کو دیکھتا، سنتا  
 اور ان کی افادیت کو تسلیم کر کے ان کے حصول کے پیچھے لگا رہتا ہے۔  
 سورة بنی اسرائیل میں فرمایا گیا وَمَنْ كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی  
 فَهُوَ فِی الْآخِرَةِ اَعْمٰی وَ اَضَلَّ سَبِیْلًا ۝ اور جو شخص اس  
 (دنیا) میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور (نجات کے)  
 رستے سے بہت دور (آیت نمبر ۷۲)۔ اگر اس آیت کے ظاہری معنی لئے  
 جائیں تو پھر صحابہ کرامؓ میں بھی نابینا تھے، ان کے بارے میں بھی یہ  
 ماننا پڑے گا لیکن اس کے ہرگز یہ معنی نہیں بلکہ اس آیت میں ادنیٰ انداز  
 میں کافروں کو ڈرایا گیا ہے کہ اللہ کی اس نعمت بصارت کی دنیا میں  
 ناقدری کا انجام آخرت میں یہ بھی ہو سکتا ہے۔

اسی طرح سورۃ نوح میں ان نول سے فرمایا گیا ہے  
 وَاللّٰهُ اَنْزَلَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۙ وَاللّٰهُ تَعَالٰی نے ہی  
 ہم کو زمین سے اگایا، حالانکہ ہر انسان جانتا ہے کہ وہ زمین سے نہیں  
 اگتا بلکہ اپنی مال اسے جنم دیتی ہے یہ قرآن کا ادنیٰ انداز ہے۔ یونس  
 علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا، فَكُلُوا لَآ اَنْتُمْ كَانُ



مِنَ الْمُسَبِّحِينَ ۝ لَلَيْسَ فِي بَطْنِهِ اِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۝  
 پھر اگر وہ (اللہ کی) پاکی بیان کرنے والے نہ ہوتے تو قیامت تک  
 مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ (الصافات: ۱۴۳، ۱۴۴) ظاہر ہے  
 قیامت تک مچھلی ہی نہ ہوتی تو یونس کہاں رہ سکتے تھے، اس کا  
 مطلب یہ ہے کہ مچھلی کی خوراک بن جاتے تھے۔

اسی طرح قرآن کے انکاریوں کے لئے فرمایا گیا لَا تَفْتَحْ  
 لَهُمْ ابْوَابَ السَّمَاءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلِجَ  
 الْجَحْمُ فِي سِمْاءِ الْجَحِيظِ ط کہ ان (کافروں کی ارواح) کے لئے  
 نہ آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہونگے  
 یہاں تک کہ ادنٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے۔ (الاعراف: ۴۰)  
 یعنی کافروں اور مشرکوں کا جنت میں داخل ہونا ناممکن ہے نایہ کہ کافروں  
 کی ارواح آسمان پر نہیں چڑھ سکتیں۔ بخاری کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم کا ارشاد ہے کہ پہلے آسمان پر آدم علیہ السلام کے واسطی طرف نیک لوگوں  
 اسلام آئی اکی ارواح ہیں اور بائیں طرف نافرمان کافروں کی ارواح ہیں۔

لے بعض قبر پرست، منکر قرآن اس سے استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو  
 یونس علیہ السلام قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہتے، اسی طرح  
 سارے انبیاء و قیروں میں زندہ رہتے ہیں اور ان کے جسم فنا نہیں ہوتے  
 حالانکہ یونس علیہ السلام کے اس واقعہ سے تو ثابت ہوا کہ انبیاء و ائمہ کے جسم بھی  
 گل جاتے ہیں کیونکہ یونس علیہ السلام زندہ حالت میں مچھلی کے پیٹ میں  
 کچھ وقت یا دن رہے تھے اور ان کا بدن اوپر سے گل کر اتنا کمزور ہو گیا

یہی بات دوسری آیت قرآنی میں صاف اور آسان طریقے سے بیان  
 ہوئی ہے۔ فرمایا اِنَّهُ مِّنْ لِّشَرِّ لِقَائِ اللَّهِ فَفَتَدَّ حَذْمَ اللَّهِ  
 عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔ (المائدہ) بلکہ جس کسی نے اللہ کے ساتھ شر کیا  
 اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی۔

مندرجہ بالا قرآن کی کچھ آیات پیش کرنے کا مقصد یہ ہے  
 کہ جس طرح قرآن میں ادنی انداز سے انسانوں کو بعض مقامات پر نصیحت

بقیہ حاشیہ ۸۲

تھا کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہے تھے اور اگر کچھ وقت مزید وہ  
 مچھلی کے پیٹ میں رہتے تو مکمل طور پر ختم ہو جاتے اور فرمان الہی کے  
 مطابق قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے یعنی اسکی خوراک بن جاتے  
 لیکن اللہ نے اپنی مہربانی سے انھیں مچھلی کے پیٹ سے باہر نکال دیا مچھلی  
 کے پیٹ میں سے نکالنے کے بعد اللہ نے کچھ دنوں کے لئے کدو کی بیل کے  
 ذریعے ان کی حفاظت کی یہاں تک کہ وہ دوبارہ چلنے پھرنے کے قابل  
 ہوئے۔

اسی طرح نصاریٰ کے لئے فرمایا گیا تَاْخُذُنَا بِلِئِنَهُمُ الْعَذَابُ  
 وَابْعَضَاءُ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ط ہم نے ان کے درمیان قیامت  
 تک کے لئے دشمنی اور کینہ ڈال دیا۔ (المائدہ: ۱۴۴) حالانکہ نصاریٰ  
 قیامت تک زندہ تو نہیں رہیں گے۔ یہ قرآن کا انانوں کو سمجھانے کیلئے  
 ادیانہ انداز ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی رو سے یہود و نصاریٰ  
 قیامت سے پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ختم کر دیے جائیں گے صلیب  
 توڑ دی جائے گی اور دنیا پر پھر سے مسلمان ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)



کی گئی ہے اسی طرح احادیث میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔  
 مثال کے طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دائیں  
 ہاتھ سے صدقہ دے دو تو کوشش کرو کہ بائیں ہاتھ کو خیر نہ پہنچاؤ اب ایک شخص  
 اپنے عمل سے بائیں ہاتھ کو کیسے بے خبر رکھ سکتا ہے یہ ادبی انداز سے  
 نصیحت ہے کہ جب صدقہ دے دو تو کوشش کرو کہ اس میں ریاکاری نہ دکھلاؤ  
 اور نام نمود نہ ہو۔ اسی طرح نماز کے بارے میں فرمایا من درک الله لوقہ  
 متعمداً فقد کفر - جس نے قصداً نماز چھوڑ دی، اس نے کفر کیا  
 اب کہنے ایسے مسلمان ہیں کہ اذان سننے کے باوجود بغیر عذر کے نماز  
 پڑھنے نہیں جاتے اس حدیث کے متن کی رو سے تو ایسے مسلمان لوگ کافر  
 ہو گئے لیکن انہیں اس حدیث کے ذریعے بے غمازیوں کو سمجھنے سے خبردار  
 کیا گیا ہے تاکہ ہر مسلمان اپنی نماز کی حفاظت کرے۔

بخاری کی حدیث میں فرمایا گیا کہ زمین پر گرمی جہنم کے سانس  
 چھوڑنے کی جگہ ہوتی ہے اس حدیث میں بھی ان لوگوں کے لیے  
 ڈراوا ہے جو گرم ملکوں میں رہتے ہیں کہ آج تم اسی گرمی کو جو جہنم کی  
 سانس سے پیدا ہوتی ہے برداشت نہیں کر سکتے تو کل اگر جہنم کے  
 پیٹ میں اتار دیے گئے تو پھر کیا کر گے؟ درنہ اس دنیا میں کہنے ایسے  
 ملک ہیں جہاں سال کے بارہ مہینے برف پڑتی رہتی ہے کیا جہنم کی  
 سانس ان ملکوں تک نہیں پہنچتی؟ ظاہر ہے اس حدیث میں ایک  
 تنبیہ ہے، بخاری کی ایک دوسری حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 فرماتے ہیں الْجَنَّةُ أَقْرَبُ إِلَى أَحَدِكُمْ مِنْ شَوَالٍ لَعَلَّكُمْ  
 كَالنَّارِ مِثْلَ ذَٰلِكَ - کہ جنت تمہاری جوتی کے سمے سے زیادہ

قریب ہے اور اسی طرح دوزخ بھی "اب اگر اس حدیث کے کوئی ظاہری  
 معنی لیتا ہے تو پھر جنت اور دوزخ گویا اسی زمین کے اندر موجود ہیں  
 جس پر انسان چلتا پھرتا ہے لیکن حدیث کی روشنی میں یہ عقیدہ رکھنا  
 درست نہیں بلکہ جہالت پر مبنی تصور ہو گا۔

اس حدیث میں دراصل یہ بات بتائی گئی ہے کہ اگر سیدھے  
 رستے پر چلو گے تو جنت میں جاؤ گے اور اگر غلط راستے پر قدم اٹھاؤ  
 تو جہنم میں داخل ہو جاؤ گے ایک اور حدیث میں فرمایا گیا ہے الْجَنَّةُ  
 تَحْتَ أَقْدَامِ الْأَنْفِصَاتِ - جنت مال کے قدموں کے نیچے ہے  
 اس حدیث کو پڑھنے کے بعد اگر کوئی بیٹھا کدال اٹھا کر مال کے قدموں  
 کے نیچے سے زمین کھودنے لگے کہ جنت تلاش کر رہا ہوں تو دنیا واسطے اور  
 مسلمان بھی اسے جاہل دیوانہ ہی سمجھیں گے کیونکہ اس حدیث میں یہ بات  
 بیان کرنے کا مطلب اور اصل مسلمانوں کو اپنی ماڈل کی خدمت کر کے اللہ  
 کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کو کہا گیا ہے اور یہ ادبی انداز ہے۔

اسی طرح ترمذی میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا کہ جب تم جنت کے باغوں کے پال سے گزرو تو میوہ کھاؤ  
 سوال کیا گیا کہ اللہ کے رسول! جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا مساجد۔  
 پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ اور میوہ کھانا کیا ہے؟ فرمایا سبحان اللہ والحمد للہ  
 وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ آداب المساجد  
 نبی علیہ السلام نے ایک مقام پر فرمایا الْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السَّيِّفِ

لے جنتیں عرش الہی کے نیچے ہیں (بخاری)



”جنت تلواردل کے سایہ کے نیچے ہے۔“ مطلب یہ ہے کہ ایماندار مجاہد جبرائیل  
 کی راہ میں قتال کرتا ہے اور اپنی جان کو خطرے میں ڈالتا ہے وہ جنت کا حقدار  
 ہوتا ہے اس حدیث سے یہ مطلب لینا کہ بہت ساری تلواریں جمع کر کے ان کا سایہ  
 بنالیا جائے تو ان کے نیچے جنت ہوگی حص بہالت ہے اسی طرح بخاری کی  
 ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ ایک سلمان جب زیادہ عبادت گزار بن جاتا ہے تو  
 اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ، پاؤں اور آنکھیں بن جاتا ہے اب اللہ تعالیٰ کا اپنے  
 فانی بندوں کا ہاتھ، پاؤں اور آنکھیں بن جانا کیا معنی رکھتا ہے؟ اس حدیث کے  
 ظاہری الفاظ پر عقیدہ بنانا یا کسی کا یہ دعویٰ کرنا کہ اللہ تعالیٰ میرا ہاتھ اور پاؤں  
 بن گیا ہے (جس طرح اکثر صوفیاء نے دعویٰ کیا ہے) خالص کفر اور سرکشی ہے  
 اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے عبادت گزار اور حقیقی بندے کو اپنے...  
 تقرب اور محبت سے نوازتا ہے اور اس طرح اس کے ہاتھ، پاؤں اور آنکھوں  
 وغیرہ سے گناہ، مصیبت اور اللہ کی نافرمانی کے افعال سرزد نہیں ہوتے حدیث  
 قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ میری طرف ایک بانٹ بڑھتا  
 ہے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں، جب وہ چلتے ہوئے آتا ہے تو  
 میں دوڑتے ہوئے اس کی طرف جاتا ہوں۔ ظاہر ہے اس میں ادبی انداز سے  
 سمجھایا گیا ہے کہ اللہ اپنے ایماندار بندوں کے نیک اعمال کی بہت زیادہ قدر کرتا  
 ہے جیسے فرمایا **وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ** (آل عمران: ۱۰۱) اسی  
 طرح حدیث بخاری کے مطابق ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام  
 کو نصیحت کی کہ اپنی چوکت بدل لو تو اٹھوں نے باپ کا یہ پیغام سننے کے بعد  
 دوسرا کچا کر لیا۔ (اس دور کا مولیٰ اور پیر ہوتا تو فوراً دروازہ بدل لیتا)  
 عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ کی وفات کے

بعد کون سی بیوی پہلے آپ سے ملے گی (یعنی وفات پانے لگی) تو نبی صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا کہ جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے عائشہ فرماتی ہیں کہ  
 ہم سب (اہل بیت المؤمنین) اکیلے دوسرے کے ہاتھ ناپنے لگیں ہم میں سب سے  
 لمبے ہاتھ سودا کے تھے لیکن وفات سب سے پہلے زینب کی ہوئی ربیعہ میں ہم  
 سمجھے کہ لمبے ہاتھوں سے مراد صدقہ دینا ہے کیونکہ زینب ہم میں سب سے  
 زیادہ صدقہ کرتی تھیں۔

یہی مقصد ہے اس فرمان رسول کا جس میں فرمایا گیا ہے کہ جس  
 دوسرے کو ابی دیں تو اس پر جنت واجب ہو جاتی ہے۔ اس میں مسلمانوں کے  
 لیے یہ تعلیم ہے کہ وہ اپنی قوم، آبادی اور علاقوں میں اس طرح زندگی بسر  
 کریں کہ وہاں کے لوگ ان سے پرستان دبیزار نہ ہوں ان کا کردار اعلیٰ ہو اور  
 لوگوں کی عزت اور مال کو ان کے ہاتھوں نقصان نہ پہنچے چنانچہ اسکی مزید...  
 وضاحت دوسری احادیث میں اس طرح کی گئی ہے۔ **الْمُسْلِمُ مَنْ**  
**سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَدِينِهِ** کہ مسلمان وہ ہے  
 جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (بخاری)

**اِنَّ شَرَّ النَّاسِ مَنْزِلَةً عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ**  
**مَنْ وَدَّعَهُ (اَوْ تَرَكَهُ) النَّاسُ اَتَقَاءً وَخَشْيَةً۔** اللہ  
 کے نزدیک قیامت کے دن بدترین مقام اس شخص کا ہوگا جس کی بددعا یا نفی  
 ڈر کر لوگ اس سے ملنا جلنا چھوڑ دیں گے (بخاری و مسلم) درجہ دوم منہول کی گواہی  
 کیا اگر ساری دنیا بھی کسی کے ایمان کی گواہی دے اور وہ باطنی طور پر اللہ کا  
 نافرمان یا سرکش ہو تو اللہ کے ہاں کامیاب نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ کے نزدیک



تو یہ معیار ہے اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کہ اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔ اور کسی کی نیت کو اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کیونکہ کتاب ان عالم الغیب نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اللہ کے رسول بھی عالم الغیب نہیں تھے ورنہ وہ اسلام کے جگر گوشوں (صحابہ کرامؓ) کو ان ظالموں کے حوالے نہ کرتے جنھوں نے ظاہر اسلام اور مسلمانوں سے ہمدردی جتا کر ان ستر صحابہ کو بیتر معونہ کے مقام پر دھوکے سے قتل کر ڈالا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے تو فرمایا ہے کہ میں تمھاری طرح انسان ہوں اور ظاہر ہریر فیصد کرتا ہوں۔ اس لیے اللہ سے ڈرتے ہوئے اپنے بھائی کو خود ہی اس کا حق دے دیا کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے ان فرمودات کو سامنے رکھتے ہوئے فرمایا لَا تَعْلَمُهُمْ طَنَحْنُ نَعْلَمُهُمْ "تم انھیں نہیں جانتے، ہم تو انھیں جانتے ہیں" (توبہ: ۱۰۱) فَإِنْ كَرِهْتُمُوهُمُ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضِي عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ہ اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ لیکن اللہ نافرمان لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔ (توبہ: ۹۶) مندرجہ بالا احادیث سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی قرآن کی طرح اپنی انداز سے تعلیم و تبلیغ فرمائی ہے کیونکہ وہ اُس زمانے کے بڑے بڑے ادباء کے درمیان مبعوث ہوئے تھے۔ وہ رسول ہونے کے ساتھ ساتھ انسان بھی تھے بعض اوقات وہ مثالیں دے کر بھی نصیحت کرتے تھے جس طرح انھوں نے اپنی پہلی تقریر میں کوہ صفا پر چڑھ کر میرے دالوں کے سامنے مثال بیان کی کہ اگر میں تم سے کہوں کہ اس پہاڑ کے نیچے سے دشمن حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم مان لو گے۔ سب نے کہا ضرور مانیں گے اس کے بعد نبی علیہ السلام نے توحید بیان کرنا شروع کی۔ نبی اللہ کی بات

ان کے ذہنوں میں بٹھانے کے لیے کبھی دنیاوی مثالیں بھی پیش کرتے۔ ایک مرتبہ ایک بڑھیا نے سوال کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا میں جنت میں جاؤں گی؟ نبی علیہ السلام نے مزاحاً فرمایا بڑھی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہو سکتیں لیکن بعد میں بڑھیا کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ خنیت میں بڑھے نہیں بلکہ جنتی جوان بن کر داخل ہوں گے۔ اسی طرح بخاری کی ایک... حدیث کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب کے بعد مسلمانوں کو حکم دیا کہ کوئی نماز نہ پڑھے، نماز ہم بنو نضیر کے ہاں پہنچ کر پڑھیں گے۔ بعض صحابہ کرامؓ نے راستے میں نماز ادا کر لی لیکن اللہ کے رسولؐ نے صحابہؓ کے اس دخل پر کچھ نہیں فرمایا یعنی ناراض نہ ہوئے کیونکہ یہ بات آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ سے جلدی نکلنے کے لیے فرمائی تھی تاکہ مدینہ میں وقت ضائع نہ ہو اور اس حکم پر سارے صحابہؓ نے فوراً عمل کر لیا۔

آج کے یہ قبر و مسک پرست دراصل اپنے گمراہ اور کافر و مشرک اسلاف کو بچانے کے لیے اس طرح کی بعض احادیث کو (جن کا متن بظاہر قرآن سے مختلف ہوتا ہے) پیش کر کے اللہ کے رسولؐ پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ سب سے پہلے آپؐ نے قرآن کی مخالفت کی تھی۔ عیاذ باللہ! غور کرنے کا مقام ہے کہ جس رسول کو اللہ کا یہ حکم ہو کَلِّمْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ دُيُوتَهُ ط کہ بیان کر دے اس قرآن کو جو تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل ہو رہا ہے اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا تم نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔ (المائدہ: ۶۷) فَلَا تَطِيعُ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا (الفرقان) "کافروں کا کہا ہو کہ نہ مانو اور ان سے اس قرآن کے ذریعے بڑا جہاد کرو۔" فَذَكِّرْ



بِالْقُرْآنِ مَنْ يَخَافُ وَعَبِيدٌ ۝ پس اس قرآن سے نصیحت کرو  
 اس کو جو ہماری دعید (تنبیہ) سے ڈرتا ہے " (ق : ۴۵) اَتَّبِعُوا مَا  
 اُنْزِلَ اَلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ  
 (الاعراف ۱) پیروی کرو اس قرآن کی جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل  
 ہوا ہے اور اس کے علاوہ دوسروں کی پیروی مت کرو۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا  
 لَعُضْ الْاُتْقَانِ ۚ لَا خُذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ۚ ثُمَّ لَقَطَعْنَا  
 مِنْهُ الْوَتِينَ ۚ (الحاقة : ۴۴-۴۵) اور اگر یہ پیغمبر ہماری...  
 نسبت کو غلط بات بنائے تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کی رگ گردن کاٹ  
 ڈالیں : وہ کس طرح اللہ کے فرمان کے خلاف کوئی غلط بات پیش کر سکتے ہیں !  
 قرآن کی مندرجہ بالا آیات کے ساتھ جس رسول کی مسلمانوں کے لئے یہ  
 خوشخبری موجود ہو " اِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ جِهْتَ اَللّٰلِبِ اَفْوَامًا وَّ  
 يَخْفَعُ ۚ اٰخَرَيْنَ (مسم) کہ " بیشک اللہ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے  
 قوموں کو عروج دیتا ہے اور اسی قرآن کو چھوڑ دینے کی وجہ سے زوال دیتا  
 ہے۔ " اور جو رسول مسلمانوں کو قرآن کی نافرمانی کرنے سے خبردار کرتے ہوئے  
 یہ فرماتا ہے کہ " قرآن حجت ہے تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف " (مسم)  
 وہ رسول قرآن کے خلاف کیسے حدیث بیان کر سکتا ہے !

رسول کے لئے تو خود اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن  
 وہ قرآن کے نافرمانوں پر گواہی دیں گے۔ قَالَ الرَّسُولُ ۚ يَا رَبِّ  
 اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُوًّا ۚ (الفرقان) رسول  
 کہیں گے اے میرے رب ! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا ہے  
 وَمَنْ اٰصَدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيثًا ۚ وَمَنْ اٰصَدَقُ مِنَ اللّٰهِ قَوْلًا ۚ

مندرجہ بالا آیات اور احادیث کے باوجود اگر کوئی سرچھرا، ضدی یہ اعلان کرے  
 کہ ہم تو ان احادیث پر بھی عقیدہ بنائیں گے جن کا ظاہری متن قرآن ہے  
 مگر تاہم تو ایسے منکرین اسلام کے لئے حجت کے طور پر عائشہؓ کی وہ حدیث پیش  
 خدمت ہے جس میں اُم المؤمنین عائشہؓ نے کسی نے رسول اللہ کے اخلاق کے متعلق  
 پوچھا تھا عائشہؓ نے جواب میں فرمایا تھا اَلَمْ تَقْرَءِ الْقُرْآنَ - كَانَ خُلُقُهُ  
 الْقُرْآنَ - (اے پوچھنے والے) کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا رسول کا اخلاق  
 قرآن کے مطابق تھا۔

یہ فقرہ پرست اور قبول کے بجاری جب قرآن و احادیث سے اپنے حق میں  
 کوئی دلیل نہیں پاتے تو لاجواب ہو کر آخر میں یہ اعتراف کرنے لگ جاتے ہیں کہ ٹھیک  
 ہے کہ مردے نہیں سنتے اور قیامت کے دن زندہ کئے جائیں گے لیکن کسی پر کفر  
 اور شرک کا فتویٰ لگانا تبلیغ کا طریقہ نہیں ہے

اے یعنی دے الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں کہ ہمارے گزرے ہوئے اسلاف نے  
 کفر کیا ہے لیکن تم ان کو کافر نہیں کہو گے آج اگر ابو جہل بد نصیب دوبارہ زندہ  
 کر دیا جائے اور ان قبر کے پجاریوں اور مسلک پرستوں کے عقائد کو دیکھے جو سراسر  
 قرآن اور سنت کے خلاف ہیں تو ان لوگوں سے یہی کہے گا کہ تم کتنے خوش قسمت  
 ہو کہ تمہیں فرمتے بنانے کی اجازت ہے قبر برستی اور ہریلے میں شرکت کرنے کی  
 اجازت ہے قرآن تک سے انکار کرنے کی اجازت ہے اسی رسول (صحبین  
 عبد اللہ) سے تو ہم نے ایک میلے کی اجازت مانگی تھی قرآن میں صرف حق و سراسر  
 رد و بدل کرنے کی درخواست کی تھی لیکن وہ ذرا بھی نرمی کے لئے تیار نہیں تھے  
 آخر دم تک وہ ہمیں ان اعمال کی وجہ سے کافر و شرک سمجھتے رہے۔



اپنے اس اعتراف کی حمایت میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ  
 دیکھو فرعون نے جب موسیٰ سے پوچھا فَمَا بَالُ الْقَفَتَيْنِ الْأُولَىٰ بَاکٍ  
 "ہمارے گزرے ہوئے باپ، دادا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟" (طہ: ۵۱)  
 تو موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا۔ عَلِمَهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتَابٍ (طہ)  
 "ان کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں لکھا ہوا ہے۔"

اس دلیل کو پیش کر کے یہ بزدل، مصلحت پسند اور دنیا پرست یہ ثابت  
 کرنا چاہتے ہیں کہ تبلیغ میں سختی نہیں ہے۔ کافر کو بھی کافر نہیں کہنا چاہیے۔  
 حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجنے سے پہلے  
 اللہ نے خدا ان کو حکم دیا تھا۔ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ  
 أَوْ يَخْشَىٰ (طہ: ۴۴) اور اس فرعون سے نرمی سے بات کرنا شاید  
 وہ غمخوار ہو کر یا ڈر جائے۔

موسیٰ علیہ السلام کے اس انداز میں فرعون کو جواب دینے کی ایک اور حکمت  
 بھی تھی۔ دراصل یہ سوال کر کے فرعون کو مکار و چالاک ان کو اصل مقصد سے مٹانا  
 بقیہ حاشیہ ص ۹۱

بعض اپنے گمراہ اسلاف کے دفاع میں قرآن کی یہ آیت بھی پیش کرتے ہیں  
 قُلْ أُمَمٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَرَكَابًا  
 كَسَبَتْمْ ح. وَلَا تَسْأَلُونَهُمْ كَانُوا يَعْلَمُونَ (البقرة)  
 حالانکہ اس آیت میں یہودیوں کو جواب دیا گیا ہے کہ پدرا بپا سلطان یود  
 کے زعم میں مبتلا نہ ہو۔ تم یہی خبروں کی اولاد سہی لیکن جب تک اللہ پر  
 خالص ایمان نہ لاؤ گے اور ان انبیاء کے راستے کو نہ اپناؤ گے تو فلاح  
 نہیں پاسکو گے۔ ان انبیاء کے اعمال تمہارے بھی کام نہ آئیں گے۔

چاہتا تھا اگر موسیٰ علیہ السلام جواب میں فوراً سب کو کافر اور شرک کہہ دیتے تو  
 سب لوگ مشتعل ہو کر ان کی بات ماننے سے انکار کر دیتے اور فرعون کو موسیٰ  
 علیہ السلام کی گرفتاری کا بہانہ مل جاتا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے مکر و فریب کو  
 بھانپتے ہوئے یہ جواب دیا تھا۔ در قرآن میں ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ تفصیل  
 سے بیان ہوا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بھی دادا تھے۔ لے

لے ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے نوح اور ہود علیہ السلام نے اپنی اپنی گمراہ اور  
 سرکش قوموں پر کھل کر فتوے لگائے چنانچہ ملاحظہ ہوں ان کے فتوے:-

وَلَكِنِّي آتَاكُمُ قَوْمًا يَجْهَلُونَ (یونس: ۲۹) (لاحقاً: ۲۳) صاحب  
 یسین نے اپنی قوم سے کہا۔ اِنِّیْ اِذَا الْغَیْ ضَلَّلٍ مُّبِیْنٍ (اگر میں تمہاری  
 روش اختیار کر کے اللہ کے علاوہ دوسروں کو اللہ بناؤں) تو اس وقت میں کھلی گمراہی  
 میں ہوں گا۔ (یسین: ۲۴) اسی طرح اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی  
 قوم کے اس پہلے شخص عمرو بن لُحی الخزاعی (جس نے عرب میں بتوں اور غیر اللہ کے نام  
 پر سب سے پہلے نذر نیا دینے کا آغاز کیا تھا) کے اس کے کفر و شرک کی پاداش میں  
 جہنمی ہونے کی خبر دی (بخاری) اپنے ایک صحابی کے پوچھنے پر اس کے عقیدہ  
 باپ اور اپنے باپ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور ان کے جہنم کی آگ میں ہونے کی  
 خبر دی (مسلم) حالانکہ خود نبی علیہ السلام نے اپنے باپ کو دیکھا تک نہ تھا۔  
 محض دوسروں کے سننے پر فتویٰ لگایا جس طرح ابراہیم علیہ السلام نے دوسرے شرکوں  
 کے کہنے (خبر دینے پر ان کے اور اپنے آباؤ اجداد کو گمراہ اور کافر قرار دیا نبی علیہ السلام  
 نے اپنے صحابی سے یہ نہیں کہا کہ چھوٹے مٹروں کو کیوں رُسے رُسے کھا رہے



جب آند (ابراہیم کے والد) نے اپنے گمراہ عقیدہ کے بارے میں ابراہیم علیہ السلام سے تکرار کیا تو انھوں نے اپنے باپ کو گمراہ (کافر) قرار دیتے ہوئے فرمایا: **إِنِّي أَرَاكَ وَقَعَقًا مَلَكًا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ** ۵۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم اور تمھاری قوم کھلی گمراہی میں ہو (الانعام)

یہاں تک کہ پوری قوم پر کھل کر گمراہی اور کفر کا فتویٰ لگایا۔ **لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ** ۵۔ تم سب اور تمھارے گمراہ ہونے باپ، دادا سارے کھلے گمراہ تھے۔ (الانبیاء: ۵۴) ابراہیم علیہ السلام نے تو علی الاعلان قوم سے کہا تھا۔ **إِنَّا كُذِّبْنَا وَوَمِنكُمْ مَّمَّا لَعَبُودُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاءُ أَبَدًا حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ** (الممتحنہ: ۴) "ہم تم سے اور جن کی تم اللہ کے مقابلے میں بندگی کرتے ہو براہِ راست کا اعلان کرتے ہیں ہم تمھارا کفر کرتے ہیں اور جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ ہم اور تم میں ہمیشہ کے لیے عداوت اور دشمنی رہے گی"

یہاں تک کہ پیغمبرِ دل کے دادا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے جعلی ادیبوں و نابالوں، دستگیروں، مشکل کشاؤں کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔ **اللَّهُ تَعَالَى** کو ابراہیم علیہ السلام کا یہی ایمان اور انداز پسند آیا اور اپنے اس خلیفہ بندے کے لیے اعلان فرمایا **إِنِّي تَجَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا** ط ۱ البقرہ: ۱۲۴ میں تجھے ان لوگوں کا

بقیہ حاشیہ ص ۹۳

ہو چنانچہ ابراہیم علیہ السلام اور نبی اکرم کے طریقوں کی پیروی کرتے ہوئے دنیا والوں کو ان کے گمراہ اور بد عقیدہ (زندہ و مردہ) مال باپ اور دیگر اکابرین کی اندھی تقلید اور جہنم کی آگ سے بچنے کے لیے حق کے مطابق فتویٰ لگانا ضروری ہے (ملاحظہ ہو سورۃ الممتحنہ: ۴ اور سورۃ الاحزاب: ۵۶)

امام نابالوں کا۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ سب ابراہیم علیہ السلام سے اپنا تعلق جوڑتے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کی پیروی کا نام اللہ نے اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیا ہے فرمایا **تَمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ آبَائِهِمْ خَنِيفًا** ۵ (التخل: ۱۲۳)

"پھر ہم نے (اے محمد) تجھے وحی کی کہ دین ابراہیم کی پیروی کرو۔ جو یکسو بندے تھے۔"

پورا قرآن کفر کرنے والوں کو کافر کہتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

**أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ** ط **إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ نُزُلًا** ۱ (الکہف) "کیا کافر خیال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے بندوں (پیغمبروں، ولیوں) کو کارساز، مشکل کشا بنائیں گے (اور ہم خفا نہیں ہوں گے) بے شک ہم نے ایسے کافروں کے لیے جہنم تیار کر رکھی ہے۔" **لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ** ط (المائدہ: ۷۲) بچے کافر ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مریم کا بیٹا عیسیٰ اللہ (داتا، دستگیر، مشکل کشا، حاجت روا) ہے۔ **وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ** "اور کافر کہتے ہیں کہ اس قرآن کو نہ سناؤ" (احمر العجریہ) **قُلْ حَيَايَتُهَا أَنْ كَافِرُونَ لَا أَعْبُدُ مَا لَعَبُودُونَ**۔ "کہو اسے کافرو! میں ان کی بندگی نہیں کرتا جن کی تم کرتے ہو۔" (الکافرون: ۱۰)

اللہ نے واضح انداز سے قرآن میں فرما دیا ہے کہ جو کافر کو کافر کہے طاعت سے انکار نہ کرے وہ ایماندار ہیں ہو سکنا۔ ایماندار تو وہ ہے جو پہلے طاعت سے (نافرمان، سرکش) کا انکار کرے اور پھر اللہ پر ایمان لائے۔ اس نے صحیح معنوں میں اسلام کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیا۔ (البقرہ: ۲۵۶) اب اگر کوئی اللہ پر ایمان تو







ملے کو مشرک کہتا ہے۔ کیونکہ وہ اللہ کے اس فرمان پر یقین رکھتا ہے وَمَنْ  
كَمْ يَحْكُمُ يَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (المائدہ)  
”جہاں اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے لوگ ہی کافر ہیں۔“  
اللہ تعالیٰ نے مومن کی یہ شان بیان کی ہے۔

”کہ جو لوگ اللہ پر اور پھر آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ  
اور اس کے رسول کے دشمنوں (یعنی کافروں اور مشرکوں) سے دوستی کرتے ہوئے  
نہ دیکھو گے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان کے لوگ ہی کیوں  
نہ ہوں یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح)  
تحریر کر دیا ہے۔“ (المجادلہ: ۲۲)

دین اسلام گناہ و مصیبت کے سلسلے میں کسی کے دنیاوی مقام و مرتبہ کا  
تعمد نہیں کرتا اللہ کی نافرمانی کرنے والے کو مجرم سمجھا جائے گا جیسا ہے وہ دقت کا  
بہت بڑا استاذ، محدث یا امام ہی کیوں نہ ہو۔

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ السلام کے پاس جوڑی کا ایک مقدمہ لایا گیا جس  
میں جوڑی کرنے والی ایک بڑے گھر کی عورت تھی۔ لوگوں نے سفارش کی  
اور جابا کہ اس کو سزا نہ ملے یہ دیکھ کر اللہ کے رسول سخت غصے ہوئے اور فرمایا  
اَتَمَّا أَهْلَكَ الَّذِينَ قَبْلَكَمْ اِنْهُمْ كَانُوا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمْ  
السَّرِيْفُ تَرَكَوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمْ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْهُ عَلَيْهِ  
الْحَدَّ - وَايْمَا لِلّٰهِ كُوْا اَنَّ قَاطِمَةً بَيْنَ عَيْنِيْ سَرَقٌ لَّقَطَعْتُ  
يَدَہَا - (۱۱ ص: ۱۱۰) تم سے پہلے اللہ نے لوگوں کو اس بات پر ہلاک کیا کہ  
جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی جوڑی (جرم) کرتا (تو لحاظ کر کے) اسے چھوڑ  
دیتے تھے اور جب کوئی کمزور (غریب) جوڑی (جرم) کرتا تو اس کو سزا دیتے

نہم ہے اللہ کی اگر جھڑکی بیٹی ناظرہ بھی جوڑی کرتی تو میں اس کے ہاتھ بھی  
کاٹ دیتا۔ (متفق علیہ)

مندرجہ بالا مبارک الفاظ اللہ کے پیچھے رسول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ادا کردہ ہیں (لغویاً باللہ کسی دنیا دار سیاست دان یا فنکار کے ڈائیلاگ نہیں۔  
اللہ کے رسول نے تو یہاں مک فرمایا ہے کہ ”اگر تم کسی کو گناہ (کفر و شرک  
بے شرمی و بے حیائی یا ظلم) کرتے ہوئے دیکھو تو اس کو ہاتھ سے روکو اگر اس کی  
طاقت نہیں رکھتے تو زبان سے روکو اور اگر زبان سے بھی نہیں روک سکتے تو  
گناہ کرنے والے سے دل میں نفرت کر دو اور کمزور ترین ایمان ہے اسلام

ان مندرجہ بالا قرآنی آیات اور احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے آج کے  
ان دنیا پرست علماء و سوء کے طرز عمل کا جائزہ لیں آپ اللہ کو گالیوں دیں (لغویاً باللہ)  
قرآن و احادیث کا کھلا انکار کریں، مال باپ کی نافرمانی کریں، جوڑے کے اڈے

سہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ فرماتا ہے ابن آدم شتمتی (بخاری) آدم کی  
اولاد مجھے گالی دیتی ہے اللہ کے علاوہ دوسروں کو پکارتا، ان کے نام نذر دنیا  
دینا، ان کو اللہ کی کسی بھی صفت میں شریک ٹھہرانا اللہ کو گالی دینا ہے۔ جیسے  
یا عیسیٰ مدد، یا مریم مدد، یا رسول مدد، یا علی مدد کے لغوی لگانا جس طرح ایک  
بیٹا کسی دوسرے شخص کو باپ نہیں سمجھا جیسا دار پاک ثامن بیوی اپنے  
شوہر کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو شوہر کہنے کا سوچ بھی نہیں سکتی کیونکہ الہ  
کرنا باپ اور شوہر کے لیے گالی ہے اسی طرح ایک فساد، نمک حلال بندہ اللہ  
کے علاوہ کسی اور کو داتا، دستگیر، مشکل کشا، حاجت روا مانے کا سوچ بھی  
نہیں سکتا وہ اس عمل کو جرم عنیم سمجھے گا۔



چلائیں، شراب کا کاروبار کریں، جو بیایا کریں، دُلکے ڈالیں، قتل و غارتگری کریں۔ ان علماء سوء کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی بس ان دین فروشوں کو مبینہ میں ۵۰ روپے دے دیا کریں۔ حنا کا اللہ کہہ کر وصول کر لیتے ہیں لیکن ایسے لوگوں سے خوش ہو کر ان کی تعریف کرتے ہیں ان سے میل ملاپ اور دعا سلام رکھتے ہیں۔

ان علماء سوء کا اصل دشمن وہ ہے جو ان کو حرام کھانے سے منع کرے لوگوں کو قرآن و حدیث کی صحیح باتیں بتلائے اور طاعت کی نشاندہی کرے اس سے ان پیشہ دروں کی راتوں کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں اور ان کے بیٹوں میں ملوث آنے شروع ہو جاتے ہیں اللہ کے ایسے بندوں کے خلاف یہ محاذِ جنگ عوام الناس کو ان کے خلاف اکٹھا شروع کر دیتے ہیں۔

کیونکہ یہ فرقہ پرست، علماء سوء نہ اللہ کے ماننے والے ہوتے ہیں اور نہ ہی اللہ کے رسول کے ماننے والے ان کا ایمان اپنے اسلاف اور اکابرین کے اقوال اور ان کی کبھی ہوئی کتابوں پر ہوتا ہے جن میں ان کو اپنی خواہشات پوری کرنے اور دنیا جمع کرنے کی کھلی اجازت ہے۔

آئیے ان فرقہ پرست علماء سوء کے خود ساختہ دین اور اللہ کے نازل کردہ دین کا موازنہ کرتے ہیں۔

اللہ کے دین کی تعلیمات	علماء سوء اور ان کے اکابرین کے عقائد و تعلیمات
أَقُولُ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ كَالْأَرْضِ الْغَيْبِ إِلَّا اللَّهُ۔	بنی علیہ السلام بھی عالم الغیب میں ملکہ ہر دلی اور پیر فقیر غیب کے بارے میں

(النحل : ۶۵)

۱۔ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ آثَارًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الْذَّكْرَ  
اللہ جیسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جیسے چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے

(الشوری : ۴۹)

۲۔ وَفِي أَنْحِلٍ مُّصْنَعٍ يَدْعُوا  
مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ  
لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ طَرَهُمْ  
عَنْ دَعَائِهِمْ غَفِلُوا  
(الانحاف : ۵)

۳۔ فَهَوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ  
إِلَهُ ذِي الْأَرْضِ إِلَهُ  
(الزخرف : ۸۴)

۴۔ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ  
مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ (الکہف : ۱۱۰)  
۵۔ هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ  
وَالْبَاطِنُ (الحمد : ۳)

۶۔ مَا كُنْتُ حَدَّثُ بِمَا الْكُتُبُ  
وَلَا الْإِيمَانُ

علم رکھتا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی جھوٹیاں بھرتے ہیں۔ علاوہ ازیں مختلف منازعات پر جانے اور تعینات وغیرہ کرنے سے بھی اولاد ہوتی ہے۔

ذفات شدہ بزرگوں کو بیکار کرنے سے عقیدے کی خرابی لازم نہیں آتی یا رسول مدد، یا علی مدد، یا سیرمد، یا غوث الاعظم دستگیر یا محسن الدین بخشی پیکار لگا دے کشتی وغیرہ پیکارنا جائز ہے۔

زمین پر اللہ کے علاوہ اس کی مخلوق میں بھی طاقت، دستگیر، شکل کش، جانت ردا غوث اور غوث الاعظم ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول ہیں اس لیے بشر نہیں بلکہ نور ہیں اور نور نور ہے۔ محمد رسول اللہ اول، بھی ہیں اور آخر بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اور ہر جگہ سے سن لیتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ السلام پیدا ہوتے ہی سجدے میں گر گئے اور انھیں معلوم تھا



(الشوریٰ: ۵۲)

۸۔ قَتَلْنَا أَدَمَ مِنْ دَرَجَةٍ

كَلِمَاتٍ فَبَدَّلَ عَلَيْهِ (البقرہ: ۳۷)

رَبِّكَ ظَلَمْنَا أَفْضُسْنَا وَإِنْ لَمْ

تَحْفَرْ لَنَا وَتَرْجُمْنَا لَنَكُونَنَّ

مِنَ الْخَاسِرِينَ (الاعراف: ۲۳)

۹۔ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ

وَالْأَرْضِ إِلَّا آتَى الرَّحْمَنِ عَبْدًا

(مريم: ۹۳)

۱۰۔ اِنَّكَ مَبِيتٌ وَاِخْتَمُ

مَتَّبِعُونَ (النمر: ۳۰)

۱۱۔ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَاْخُذُهُ

سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ط

(البقرہ: ۲۵۵)

۱۲۔ مَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا اَلًا

يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا

کہ رسول بنیں گے۔

خطا ہونے کے بعد آدم علیہ السلام

نے اللہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

واسطہ دیا تھا تو ان کی مغفرت ہوئی۔

انبیاء اور اولیاء اللہ کے سامنے

سفر شری بن محمد اس کے فیصلے کو بدلا

دیں گے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے

بلکہ اپنی قبر میں دنیاوی بدن کے ساتھ

زندہ ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سارے اولیاء اور

شہداء اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

نبی علیہ السلام قریب پرٹھے جانے والے

درد و دو سلام کو سنتے ہیں اور درد سے

پڑھا جانے والا درد و دو سلام انکے پاس

پہنچا دیا جاتا ہے۔ انکو نیند اور اذیت بھی

نہیں آتی۔

انبیاء کے اجساد کو زمین نہیں کھاتی

اور نہ وہ فنا ہوتے ہیں بلکہ وہ قبروں

خُلْدِیْنَ (الاحقاف: ۸)

كُلٌّ مِّنْ عَلَيْهَا فَاِنْ تَجَ (الرحمن: ۲۶)

۱۳۔ ثُمَّ اَنْزَلْنَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

تَبْعَتُونَ (المؤمنون: ۱۶)

۱۴۔ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُورُ

(فاطر: ) وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ

الْاَمْرُ كُلُّهُ (هود: ۱۲۳)

۱۵۔ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ

عَنِّيْ قَاْنِيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ

دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا رَا عَاْنِ لَّهِ

(البقرہ: ۱۸۶)

وَنُحْنُ اَتَرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ

الْوَرْدِ (ق: ۱۶)

۱۶۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ج

(الشوریٰ: ۱۱) وَ جَعَلَ

الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْمَ (الانعام: ۱)

۱۷۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اُنْتُمْ

الْفُقَرَاءُ اِلَى اللّٰهِ ج (فاطر: ۱۵)

يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ

(رحمن: )

۱۸۔ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ ج

میں صحیح و سالم پڑے رہتے ہیں۔

ہر مرنے والا قیامت سے پہلے

دنیاوی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے۔

امت کے اعمال نبی علیہ السلام پر

پیش ہوتے ہیں۔

اللہ واسطے اور وسیلے کے بغیر نہیں سنتا

اس کے بھی دنیاوی بادشاہوں کی

طرح و وزیر و مشیر ہیں۔

اللہ نور سے بنا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ

وسلم اس کے نور کا ٹکڑا ہیں۔

ان نول میں بھی دینے والے گنج بخش

قسموں کے بنائے اور بگاڑنے والے

اور مٹھیاں بھر بھر کر دینے والے ہیں۔

صاحب مزار یا قبر مردہ نہیں، زندہ



وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ  
(النحل: ۲۱)

۱۹۔ مَا لَكَ يَوْمَ الدِّينِ هُ  
(الفتح: ۳) وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ  
لِّلَّهِ (الانفطار: ۱۹)

۲۰۔ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ  
إِلَّا مَسَاسُجُ (النجم: ۳۹)  
۲۱۔ فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ  
مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي  
عِيشَةٍ رَّاغِبَةٍ وَأَمَّا  
مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ  
فَأُمَّهُ هَارِجَةٌ (القارم: ۹-۷)

۲۲۔ وَإِنْ تَطَعُوا كَثُرَ مَنْ  
فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ  
سَبِيلِ اللَّهِ (الانعام: ۱۱۶)

۲۳۔ اللَّهُ كَرِهُوا صَلَاتَهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ہیں۔ اپنی قبر پر ہر آنے والے کو بھانپتے  
ہیں یہاں تک کہ مزار پر بیٹھنے والے  
بروند سے کی جنس سے بھی واقف ہوتے  
ہیں۔

قیامت کے دن کچھ "حقارت" پھیل  
جائیں گے اور مذکر کے اپنے مریدوں  
کو پھیرالیں گے کچھ آہ سرد کھینچ کر  
جہنم کی آگ کو بھجادیں گے۔

نزدہ لوگ مرنے والوں کے لیے  
ایصال ثواب کر سکتے ہیں۔

پیر، امام اور ہر بزرگ اپنے اپنے  
مریدوں اور چاہنے والوں کو خیر  
حساب کے اپنے ساتھ جنت میں لے  
جائیں گے۔

جمہوریت کا لغو لگاتے اور دعویٰ  
کرتے ہیں کہ جمہور کی اکثریت ہے یہی  
حق پر ہیں قطع نظر اس کے کہ یہ نظریہ  
اور اکثریت قرآن و حدیث کے مخالف  
ہو۔

قبول کو بخیر بنانا۔ ان پر عمارت چھت

نے قبول کو بخیر بنانے، ان پر عمارت یا  
چھت بنانے امدان پر (مجاہد بنکر)  
بیٹھنے سے منع فرمایا ہے (مسلم)

۲۴۔ مَسِيْفِي اِدْنَا بِحِ كَانَا حَرَامٌ هِ  
يَرْسِبْ بِي حَيَاتِي اَوْ شَيْطَانِي اَخْلَ  
ہیں۔

۲۵۔ "جس نے تعویذ لکھ لیا، اس نے  
شرک کیا جس نے کوئی چیز لکھائی  
وہ اسی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔"  
(حدیث رسول)

۲۶۔ وَلَا تَشْتَدُوا بِأَلِيٍّ مِّمَّنَّا  
كَذِبًا (البقرة: ۲۱)  
اَقْرَبُ وَالْقُرْآنَ فَلَا تَأْكُلُوا  
بِهِ (الحديث)

۲۷۔ اِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ  
الْإِسْلَامُ رَفَقَ (ال عمران: ۱۹)  
هَوَ مَسْكُكُمْ اَلْعَسَلِمِينَ  
مِنْ قَبْلِ وَفِي هَذَا (الحج: ۷۸)

یا شرار بنانا۔ ان پر چادریں چڑھانا اور  
ان پر نذرانے وصول کرنے کے لیے  
مجاہد بنکر بھجانا یہاں عین دینداروں  
کا کام ہے۔

مزاروں پر عکس اور میل کرنا، ان میں  
ناچنا، دھال کرنا، گانا بجانا اور ایال  
کرنا جائز ہے موسیقی ان کے رواج کی  
غذا ہے۔

قرآنی دیگر قرآنی ہر قسم کے تعویذ جائز  
ہیں کیونکہ ان سے مشکلات اور  
انہیں ملتی ہیں اور یہ خیر و برکت  
کا موجب بنتے ہیں۔

امامت و خطابت کرنے، قرآن و حدیث  
پڑھانے، اذان دینے، نکاح پڑھانے  
وغیرہ سب پر اجرت لینا جائز ہے۔

ادھر چار غلطی ہیں (حنفی، مالکی،  
حنبل اور شافعی) علاوہ ازیں مختلف  
مسائل اور فرقے مثلاً دیوبندی،  
بریلوی، المجدیث اور شیعہ وغیرہ ہیں  
اور ان سب کو برحق سمجھا جاتا ہے۔  
ان سے نسبت پر فخر محسوس کرتے ہیں۔



۲۸۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نہیں مانگی۔

۲۹۔ اِذَا مَا كُنَّا اِلَّا لِنَسْأَلَ اَنْفِطَعَ عَمَلُهُ (مسلم) موت کے بعد انسان کا عمل ختم ہو جاتا

۲۹۔ وَلَا تَيْمَمُوا الْخَبِيثَ مِنْهُ تَنْفَقُونَ (البقرة: ۲۴۷) اور ناپاک چیزیں (حرام مال) اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ارادہ بھی نہ کرو۔

زکوٰۃ، صدقات اور خیرات وغیرہ صرف حلال مال سے ادا کرنا چاہیئے۔

۳۰۔ مردار، بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور غیر اللہ سے منسوب سرچیز کا کھانا پینا اور استعمال حرام مطلق ہے۔ (الفتاویٰ)

۳۱۔ جنات لڑائے میں صرف اپنی بندگی کے لئے پیدا فرمایا ہے شیطان

ان کے ہاں نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا ضروری بلکہ عین عبادت سمجھی جاتی ہے۔

یہ ایصالِ ثواب پر یقین رکھتے ہیں یعنی مرنے والے کو تیجہ، چالیسویں اور پچیسویں کا ثواب پہنچتا ہے اور ان کے عمل یا ثواب میں جمع ہوتا ہے۔ یہاں ہر قسم کے مال سے زکوٰۃ و خیرات ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے مال کو۔۔۔ "خیر اک للہ" کہہ کر وصول کر لیا جاتا ہے۔

یہاں پہلی تین چیزوں کو حرام سمجھا جاتا ہے لیکن جو بھتی چیز کو یعنی غیر اللہ کی نذر دینا نہ صرف جائز بلکہ تبرک سمجھا جاتا ہے اور شیر مادر کی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔

اور جنات انسان پر سوار ہو سکتے ہیں اور یہ علماء و سواد پر سوار جنات

جن صرف دلوں میں دوسرے ڈال سکتے ہیں صحابہ کرامؓ پر نہ کبھی جنات سوار ہوئے اور نہ انھوں نے جن اتارنے کے دعوے کیے وہ حیا دار اور غیر متعذر تھے۔

۳۲۔ یزید بن معاویہ قسطنطنیہ پر پہلا حملہ کرنے والے مسلمان لشکر کے کماندار اور حدیث رسولؐ کا مصداق بننے کی وجہ سے بخشنے بخشنے (جنتی) ہیں (بخاری)

۳۳۔ اللہ اور اس کے رسولؐ نے مسلمانوں کے لئے دو عیدیں مقرر کی ہیں یعنی عید الفطر اور عید الاضحیٰ، نبی علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی میں اپنا یا کسی وفات بشدہ نبی کا یوم پیدائش یا وفات نہیں منایا اور نہ صحابہ کرامؓ سے کوئی ایسی بات ثابت ہے یہ اسلام کے برعکس ہندوؤں، یہودوں نصاریٰ اور دوسرے غیر مذاہب کا طریقہ ہے۔

اتارنے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اس بہانے یہ مولوی اور پیر عامل بن کر سادہ لوح لوگوں کی جوان بہو بیویوں اور عورتوں کی عزت سے کھیلے ہیں اور اللہ پر ان کے ایمان کو متزلزل کرتے ہیں۔

یہاں فرقہ پرست علماء و سواد پر یہاں معاویہ کو لعنتی اور دزد خی سمجھتے ہیں (معاذ اللہ)

۱۲ ربیع الاول کو عید میلاد النبیؐ کے نام سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم پیدائش منایا جاتا ہے اور اس دن خوشی کے اظہار کے لئے جشن کا اہتمام ہوتا ہے حالانکہ یہ دن بالتحقیق نبی علیہ السلام کا یوم وفات ہے اور پہلے کی طرح آج بھی بارہ وفات کے نام سے مشہور ہے۔



۲۲۔ مسلمانوں کے لئے مقدس مقامات  
تین، یعنی مسجد الحرام، مسجد نبوی اور  
بیت المقدس ہیں اور ان مقامات  
کی زیارت کے لئے سفر کرنے کی  
اجازت ہے (حدیث نبوی)

کر بلا، نجف، عبدالقادر جیلانی اور  
معین الدین چشتی وغیرہ کے مزارات  
(جن کا وجود ہی نبی علیہ السلام کی واضح  
نعمات و احکام کی خلاف درزی  
ہے) بھی مقامات مقدسہ تصور کئے  
جاتے ہیں۔

مندرجہ بالا موازنے کی صورت میں، قرآن و حدیث کے برخلاف، ان  
فرقہ پرست اور سکی علماء و سوع کے عقائد و نظریات کے کچھ نمونے بطور مثال  
پیش کئے گئے ہیں درجہ ان ظالموں کا ایک ایک عمل قرآن و سنت کے خلاف...  
آئینہ کش سے آلودہ ہے غالباً اسی طرز کے لوگوں کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا تھا کہ ایسے بھی لوگ ہوں گے جو قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان  
کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ (بخاری)

یہ دین کے بیوہ باری، دنیا دار صحیح مضمون میں نہ اللہ کو مانتے ہیں نہ اللہ  
کے رسول کو۔ اگر ان میں کا ایک فرقہ یہ اعلان کرتا ہے کہ

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر  
اُتر پڑا ہے مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

تو دوسرا یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ قبر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن سے جڑی  
(زمین) مس ہوتی ہے وہ عرش و کرسی سے زیادہ افضل ہے (عقائد علماء دیوبند)  
اور تیسرا فرقہ (المجددیت) بھی اس دھڑ میں ان سے نیچے رہتے والے نہیں  
ان کا ایمان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بشر اور انسان ہونے کے باوجود  
اُمت کے کوڑوں درود و سلام سنتے اور وصول کرتے ہیں

اور..... اس طرح وفات کے بعد بھی اپنی قبر میں جو بیس گھنٹے صرف  
کار رہتے ہیں جب کہ قرآن و حدیث کا فیصلہ اور سب مسلمانوں کا ایمان ہے  
کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے بعد نبی بنی بدن کے ساتھ جنت الفردوس لے  
اُعلیٰ مقام پر ہیں۔ جہاں وہ ہر قسم کی محنت و مشقت اور حزن و دلدل سے  
آزاد، اس کو سکون میں ہیں۔

الغرض ان کفر و شرک پر مبنی عقائد و نظریات کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ

یہ سارے فرقے دفن شدہ مردے کو بے جان (مرا ہوا) نہیں سمجھتے ان کا ایمان

ہے کہ دفن شدہ میت قبر میں زندہ رہتی ہے گویا ان ظالموں کا یہ عقیدہ ہے

کہ ہر انسان کو تین زندگیاں ملتی ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اسکی وضاحت

فرمادی اَمْوَاتٌ عَلٰی اَحْيَاءٍ کہ یہ (دفن شدہ) مردہ ہیں ان میں جان کی

رمت تک نہیں ہے اب وفات شدہ یہ لوگ قیامت کے دن زندہ کئے جائیں

گے۔ ثُمَّ اَخْرَجْكُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ تَبْعَتُوْهُ۔ نبی علیہ السلام نے

قرآن کی اس بات کی مزید وضاحت فرمائی کہ ہر انسان کو مرنے کے بعد مٹی ہو

جانا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسکو دوبارہ ایک معمولی مٹی عجب الذب

سے زندہ فرمائے گا (بخاری) مسلمانوں کو تعلیم فرمائی کہ اپنی قبروں کو زمین کے

برابر اور کچا رکھنے کا حکم اسی لئے تو دیا تھا کہ اس زمین کے گڑھے میں کچھ

ہوتا۔ اگر ان زمینی گڑھوں (قبروں) میں زندگیاں ملیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے

تائید فرماتے کہ اپنی قبروں کو سچے رکھو اور ان کی چھٹی طرح حفاظت اور کھجالی

کیا کرو۔ کیونکہ قیامت سے پہلے یہ تمہاری جنتیں اور رہائش گاہیں ہیں ان

کو زمین میں دھنسنے اور بارش اور سیلاب کے پانی سے محفوظ رکھا جائے۔



مذکورہ بالا حدیث رسول کی روشنی میں یہ بات آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ یہ ارضی قبر انسان کے رہنے کا ٹھکانہ نہیں بلکہ فنا ہونے کی جگہ ہے جس طرح کچھ عرصہ بعد بارشول اور دیگر ارضی تغیرات کی وجہ سے کچی قبروں کا نام نشان مٹ جاتا ہے، اسی طرح ان قبروں میں مدفون لاشیں بھی گل و سرسبز قیامت تک کے لیے مختم ہو جاتی ہیں، نبی علیہ السلام کے زمانے میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) انبیاء اور صلحاء کو قبروں میں زندہ مان کر ان کی قبروں پر پھیرے اور گوغ کرنے تھے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجی جو انبیاء و کرام اور صلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتے تھے اور مسلمانوں کو خبردار کیا کہ تم ہرگز یہ کام نہ کرنا لیکن آج نبی علیہ السلام کی واضح اقیامت کو فراموش کر کے یہ سلسلہ جاری دوسری ہے اس طرح ایسے تمام فرقے و مسالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا مصداق اور بدعت بنے ہوئے ہیں ظاہر ہے قرآن و حدیث کی ان باتوں کو تو وہی لوگ مانیں گے اور ان پر عمل پیرا ہوں گے جن کا اللہ اور اس کے رسول اور یوم ہجرت پر ایمان ہوگا۔ جن کے دل میں اللہ کے دُعار کا لحاظ اور اس کا خوف ہوگا اور جن کا اس بات پر یقین ہوگا کہ مرنے کے بعد قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں ایک ایک عمل کا حساب دینا پڑے گا۔

رہے یہ دنیا دار اور فرقہ پرست جو اللہ کے دُعار کے مقابلے میں اپنے اسلاف اور اماموں کے دُعار کو ترجیح دینے والے ہیں، ان کے دل اللہ کے خوف سے خالی ہیں۔ ایسے لوگوں کے لیے اللہ نے قرآن میں اعلان کیا ہے۔  
 اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ اسْتَرَوْا وَالاٰضَلَلَلّٰهُ بِاٰنْهٰدٰی وَاَلْعٰدٰی  
 بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا اَصْبَرَ هُمْ عَلٰی النَّارِ (البقرة: ۱۷۵)

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت چھوڑ کر گمراہی اور خشش چھوڑ کر خذاب خرید لیا۔ یہ جہنم کی آگ پر کیسے صبر کر سکتے ہیں۔" یہ ہے انکے تھکانے کا انجام۔ گزشتہ امتوں کو بگاڑنے اور برباد کرنے والے ان کے اجبار و دھبہ ان تھے اور اس آخری امت کو بگاڑنے اور فرقوں میں تقسیم کرنے والے بھی یہی اجبار و دھبہ (مولوی اور پیر) ہیں۔ اس امت میں قبر پرستی کے شرک کو سب سے پہلے احمد بن حنبل کے اس عقیدے کے ذریعے کہ مُردہ دفن ہونے کے بعد اسی ارضی قبر میں زندہ ہو جاتا ہے، فروغ حاصل ہوا۔ مُردے کا قیامت سے پہلے اسی دُندہ دار قبر میں زندہ ہونے کا عقیدہ قرآن کے خلاف اور شرک کی جڑ ہے کیونکہ مشرک قبر والے سے اس نے مانگتا ہے کہ اس کا عقیدہ ہوتا ہے کہ یہ زندہ ہے ورنہ مُردے سے کوئی نہیں مانگتا۔ احمد بن حنبل کی اسی خلاف قرآن بات کو مسلمانوں کی اکثریت نے صحیح مان کر اپنا ایمان برباد کر ڈالا اور اس طرح وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوئے ہیں۔

دراصل اسلام کو مٹانے اور کمزور کرنے کی سازشیں یہود یوں اور اسلام دشمن قوتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں شروع کر دی تھیں۔ پہلے تو ان دشمنان اسلام نے اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف غلط اور جھوٹی افواہیں پھیلائی تھیں کہیں تاکہ مسلمان شرک میں پڑ کر ان سے الگ ہو جائیں اور نئے لوگ بھی اسلام میں داخل نہ ہوں لیکن ان میں یہ کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ان اسلام دشمن قوتوں کی سازشوں سے اپنے رسول کو وحی کے ذریعے خبردار کرتے تھے پھر انھوں نے جنگوں کے ذریعے اسلام کو ختم کرنے کے منصوبے بنائے لیکن اس میدان میں بھی ان کو نہ



کی کھانی پڑی اور بری طرح ناکام ہوئے چنانچہ ہر طرف سے ناکام اور ذلیل ہونے کے بعد یہ دشمنان دین اپنے منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے نبی علیہ السلام کی وفات کا انتظار کرنے لگے اور جو نبی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ان سازشیوں نے علم بغاوت بلند کرتے ہوئے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ ان کے دہم دکان میں بھی نہ تھا کہ نرم مزاج اور رحمدل ابو بکرؓ ان کے خلاف تلوار اٹھا کر اعلان جہاد کر دیں گے چنانچہ ان سازشیوں کی اکثریت نے جب ابو بکر صدیقؓ کا یہ اعلان سنا کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کی گردن اڑادی جائے گی تو یہ بزدل سازشی اپنے سینوں میں اسلام دشمنی کے انگارے لئے خاموش ہو گئے۔ ابو بکر صدیقؓ کی وفات کے بعد عمر فاروقؓ امیر مسلمین بنے۔ عمرؓ کے نام سے ہی یہ شیطانی لشکر ڈستے تھے اسی وجہ سے ان کے پورے دور خلافت میں یہ خاموش رہے یہاں تک عمرؓ کی شہادت کے بعد عثمان غنیؓ مسلمانوں کے امیر بنے۔

عثمان رضی اللہ عنہ کی نرم مزاجی، سخیلی اور دلی سے ان سازشیوں نے ناجائز فائدے اٹھائے۔ اہل آسمان آسمان مبارک اور چالاک سے اپنے دیرینہ منصوبوں کو عملی جامہ پہنانے لگے پہلے انھوں نے مسلمانوں کے اندر خوب شکوک و شبہات بیدار کئے اس کے بعد امیر المؤمنین عثمان غنیؓ کے خلاف علیؓ لگلا

ئے۔ سازشی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے اور ظاہری طور پر عبادت گزار ہوتے تھے اسی وجہ سے یکسو اور جھوٹ دکھانے سے پاک مسلمان انکی باتوں اور فرائض پر یقین کر لیتے۔ یہ سازشی اس قدر کامیاب ہو گئے تھے کہ انھوں نے عثمانؓ کے نام کی جلی مہر میں بنا ڈالی تھیں ان کا سرغزوہ عبداللہ بن سباؓ یعنی یہودی تھا جو ظاہری طور پر ایمان کا اقرار کر کے مسلمانوں میں شامل ہو گیا تھا لیکن اس کا مقصد اسلام کو برباد کرنا تھا۔

بغاوت کر دی اور آخر کار مسلمانوں کے امیر عثمانؓ کو شہید کر دیا گیا۔ اس شہادت نے مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف صف اٹھا کر دیا یہاں تک کہ علیؓ اور عائشہؓ بھی ان کے پھیلانے ہوئے فتنے کا شکار ہو کر ایک دوسرے کے خلاف میدان میں اتر پڑے۔ اس طرح یہ اسلام دشمن، سبائی سازشی اپنے منصوبے میں کامیاب نظر آنے لگے اور رسول پہلے اسلام کو مسلمانوں کا جو منصوبہ انھوں نے بنایا تھا وہ بظاہر کامیاب ہوتا ہوا نظر آنے لگا۔ لیکن ان کا فرد مشرک سازشیوں نے شاید اللہ تعالیٰ کے یہ فرمودات نہیں پڑھے تھے جن میں مسلمانوں سے فرمایا گیا تھا کہ اگر تم شرک سے بچ کر ایمان پر کاربند رہو تو کامیابی اور سرفرازی تمہارا حق ہوگا۔ **وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ إِنَّ كُنْتُمْ مَوْءِنِينَ** (ال عمران)

**كَلِمًا أَفْتَدُوْا أَنْتُمْ لِلْحَرْبِ أَطْفَالُهَا اللَّهُ**

(المائدہ: ۶۴)

”یہ (دشمن اسلام) جب کبھی لڑائی کے لئے آگ جلاتے ہیں تو اللہ اسکو بجھا دیتا ہے۔“

**وَلَنْ يَّجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا** (النساء: ۱۴۱)

”اور اللہ ہرگز کافرین کو مومنوں پر ہرگز غلبہ نہیں دے گا۔“

**وَكَانَ عَلَيْنَا حَقًّا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ**

(رعد: ۲۷)

”اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم ہے۔“

**إِنَّ اللَّهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا** (الحج: ۳۸)



”اللہ تو مومنوں کے دشمنوں کو ان سے ہٹاتا رہے گا۔“  
 یہ ضرور ہے کہ اس دور میں مسلمانوں کے اندر اختلافات پیدا ہو گئے  
 تھے لیکن اختلافات، عقائد اور ایمان کے نہیں تھے ایمان و عقائد میں سارے  
 مسلمان جبر و اجار کی طرح متحد اور مضبوط تھے یہ اختلافات بھی سبائی  
 سازشوں کے پیدا کردہ تھے جن کے تحت مسلمانوں میں باہم غلط فہمیاں  
 پیدا کر دی گئی تھیں۔

عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل (شہید) اور مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے  
 کے خلاف صف آرا کر لینے کے بعد یہ سبائی لوگ بڑے خوش تھے لیکن ان کو یہ  
 اندازہ نہیں تھا کہ بظاہر ایسے حالات میں بھی ایمان کے ساتھ مشروط وعدے  
 کے تحت رب ذوالجلال ایک مسلمان کا نڈر کے ذریعہ اسلام کو سرفراز رکھنے  
 کے لئے مسلمانوں کو پھر سے ایک محاذ پر جمع ہونے کا موقع پیدا فرما دے  
 گا۔ یہ مسلمان کا نڈر معاویہؓ تھے انھوں نے اللہ کی مدد سے مسلمانوں کو ایک  
 محاذ پر جمع کر کے اسلام کا جھنڈا یورپ اور افریقہ کے اند تک گاڑ دیا۔ یہ  
 دلیر، جانیاز اور زیرک سپہ سالار بیس برس تک مسلمانوں کے امیر رہے۔ اس  
 لحاظ سے ان کے دور کو کامیاب ترین دور کہا جاسکتا ہے کہ پوری دنیا میں اسلام  
 اور مسلمانوں کا طرب و دبدبہ چھا گیا تھا۔ دنیا میں کوئی ایسی طاقت نہیں تھی کہ  
 مسلمانوں سے ٹکر لے سکے مگر اسلام دشمن سازشیں کو یہ کب گوارا تھا کہ اسلام  
 کا جھنڈا پوری دنیا پر لہراتا رہے اور مسلمانوں کا بول بالا ہو معاویہؓ کے میں سالہ  
 دور حکومت میں بظاہر تو یہ سازشی خاموش ہو گئے لیکن موقع کی تلاش میں رہے  
 کیونکہ اللہ کے اس مجاہد بن معاویہؓ کی موجودگی میں یہ اپنی کسی سازش کو برہنہ  
 نہیں چڑھا سکتے تھے۔

چنانچہ معاویہؓ کی وفات کے بعد یہ سبائی ٹولہ دوبارہ حرکت میں آیا اور  
 اس بار یہ نبی علیہ السلام کے نواسے حسینؓ کو مسلمانوں کے امیر بنید بن معاویہؓ  
 کے مقابلے پر لانے میں کامیاب ہو گئے۔ گو بعد میں حسین بن علیؓ  
 کو ان فسادیلوں کے منصوبے کا علم ہو گیا تھا اور انھوں نے یزید بن معاویہؓ کے  
 سپاہیوں کے پاس پیغام بھیجا کہ مجھے یا تو مکہ واپس جانے دیجئے یا امیر  
 یزید بن معاویہؓ سے ملاقات کر کے اپنے معاملات طے کرنے کا موقع دیجئے  
 لیکن چونکہ اس طرح ان کو اپنے خفیہ منصوبوں اور سازشی کردار کے طشت  
 ازہام ہو جانے کا اندیشہ تھا اس لئے انھوں نے محاذ آرائی کی کیفیت  
 کو برقرار رکھے ہوئے ایک منصوبے کے تحت حسینؓ امدان کے خاندان کے  
 افراد کو شہید کرایا۔ اور پھر ان کے قتل کا الزام یزید بن معاویہؓ کے سر  
 تھوپ دیا۔

اس طرح انھوں نے ایک بار پھر مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور اسلام کو ختم  
 کرنے کی علی سازش کی جس میں کسی حد تک کامیاب رہے اس واقعہ کے

لئے یہ عناصر کھلم کھلا اپنے آپ کو شیطان علی کا کرتوتھے جو بعد میں صرف  
 شیعہ کے نام سے مشہور ہو گئے یہ تمام حالات و واقعات تاریخی کتابوں میں  
 موجود ہیں۔

لئے اس واقعہ کے بعد حسینؓ کے خاندان کے باقی زندہ افراد یزید بن معاویہؓ کے  
 پاس دمشق آگئے اور ان کے ہاں کچھ عرصہ قیام پذیر رہے پھر وہ آگے اہل بیت  
 (خاندان حسینؓ کے افراد) یزید بن معاویہؓ کو قاتل سمجھتے تو کبھی بھی ان کے ہاں  
 نہ ٹھہرتے نہ ظاہر ہے معاویہؓ کو اپنے عز و دل کا قاتل نہیں سمجھتے تھے۔



بعد انھوں نے اعلیٰ طور پر مسلمانوں کے اندر اپنا فرقہ بنالیا۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یو یگینہ کرنے کے لیے باقاعدہ اپنی مساجد اور درسگاہیں قائم کر لیں مگر اس کے باوجود حکمرانی اور طاقت صحیح العقیدہ مسلمانوں کے پاس ہی رہی اور اسلام کا جھنڈا روئے زمین کے بہت بڑے حصے پر لہراتا رہا۔ عمر بن عبدالعزیز جیسے فرزند ان اسلام پیدا ہوتے رہے۔

یہ سازشی حیران و پریشان تھے کہ ان ظاہری کامیابیوں کے باوجود وہ مسلمانوں کو کمزور اور محکوم بناتے اور اسلام کو مٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ الغرض ان خطرناک سازشوں کے ذریعے انھوں نے اسلام کے ناروق اعظم کو شہید کر دیا۔ امیر المومنین عثمان غنیؓ کو بیدری سے شہید کر دیا۔ امیر المومنین علیؓ اور ام المومنین عائشہؓ کو آپس میں لڑا دیا اور آخری حربے کے طور پر نبی علیہ السلام کے نواسے حسین بن علیؓ، ان کے اہل و عیال اور چھوٹے بچوں تک کو کسی بہانے سے میدان میں آمار۔ لیکن ان تمام سازشوں کے باوجود مسلمان پھر آپس میں متحد ہو جاتے تھے۔ بار بار سازشیں کر کے اسلام دشمن اور ان کی اولادیں کافی تجربہ کار ہو گئے تھے اسلام کے پھیل جانے کی وجہ سے باہر کی دنیا کے بڑے بڑے اجارہ ور بہان بھی ان سازشوں کے ساتھ مسلمانوں کو کمزور کرنے اور اسلامی فتوحات کو روکنے کے لیے شامل ہو گئے تھے۔

آخر کار بڑے سورج و بچار کے بعد ان اسلام دشمن شیطانی دماغوں نے ایک خطرناک منصوبہ تیار کیا۔ کیوں کہ وہ اس بات کو اچھی طرح جانتے تھے کہ جب تک مسلمان ایک اللہ کو پکارتے اور اس کے سامنے جھکے دلتے ہوں گے قرآن کے احکامات کو ماننے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے

والے ہوں گے تو دنیا کی کوئی طاقت ان کو شکست نہیں دے سکتی۔ چنانچہ انھوں نے اسلام کی بنیاد یعنی مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ پر چوڑے دالے کا منصوبہ بنایا۔ اس خطرناک منصوبے کو آخری شکل دینے والے یہی کتاب اجارہ ور بہان تھے جنھوں نے جانتے بوجھتے محض دنیا کمانے کے لیے تورات و انجیل میں تحریف کی تھی۔ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش کر کے اپنے لوگوں کے عقائد اور ایمان کو بگاڑ دیا تھا۔ اسی وجہ سے کائنات کے مہربان رب نے اپنی آخری کتاب میں مسلمانوں کو ان کے گمراہ فریب اور دنیا پرستانہ ذہن سے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ مِنْ الْأَخْبَارِ وَالرَّهْبَانِ  
لَيْسَ كَلَمُونِ أَمْوَالِ النَّاسِ جَالِبِاطِلٍ وَكَيُفْكَوْنِ عَنْ  
سَبِيلِ اللَّهِ ط (التوبہ ۳۴) کہ "اے ایمان والو! (آگاہ رہو کہ)  
بلاشبہ ان اجارہ ور بہان (مولیوں اور پیروں) کی اکثریت کا یہ حال ہے  
کہ وہ لوگوں کو کامل ناجائز طریقے سے کھاتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ سے  
(بھی) روکتے ہیں۔"

انہی اجارہ ور بہان نے باطل دلائل کے ذریعے عیسیٰ اور عزیٰر عیسا (ع) کو اللہ کا بیٹا قرار دیا۔ انبیاء اور صلحا و کوان کی قبروں میں زندہ ثابت کر کے ان کو پکارنے اور ان کے نام کی نذر و نیاز دینے کے من گھڑت فضا ئل بیان کئے اور اس طرح دانستہ لوگوں کے عقائد کو خراب کیا۔ ایمان و عقائد میں بگاڑ پیدا ہونے کے بعد یہ عزت دار بنی اسرائیلی قوم اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوئی اور اس پر اللہ کا غضب بھڑکا۔ مشرک بن جانے کی وجہ سے اللہ نے ان پر فرعون بنح نصرودی بادشاہ طسطوس جیسے ظالموں کو مسلط



کر دیا جھٹول نے ان کا مال و دولت لوٹ کر ان کی آبادیوں کو مسمار کیا، ان کی عورتوں کو لونڈیاں اور مردوں کو غلام بنایا یہاں تک کہ ان کی اولاد کو ذبح کر ڈالا لیکن انبیاء کی اولاد ہونے کے باوجود کہیں سے ان کی مدد نہیں ہوئی۔ اس طرح ان اہل کتاب علماء (اجبار و رہبان) نے اپنی دنیا کمانے اور اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے لئے عقائد و اعمال میں فساد برپا کیا اور آسمانی کتابوں میں تحریف کر کے انبیاء کی تعلیمات کو مسخ کر ڈالا۔ چنانچہ یہاں بھی اسی چالاک ذہن نے مسلمانوں کے ایمان و عمل کو بگاڑنے کے لئے اسلام دشمن سازشیوں کو اسلامی تعلیمات میں تحریف کرنے اور نبی علیہ السلام سے غلط باتیں منسوب کر کے لوگوں کے سامنے خوش الحانی کے ساتھ بیان کرنے کا راستہ بتلایا۔ اس منصوبے پر ان سازشیوں (شیعوں) نے بڑی احتیاط، ہوشیاری اور نظم طریقے سے عمل شروع کیا۔ لکھنے لکھانے کا اکثر کام آہستہ آہستہ اپنے ہاتھوں میں سنبھال لیا۔

۱۔ آج جس طرح غیر اسلامی دنیا بالخصوص مغربی ممالک میں یہودی، ان ممالک کے ذرائع ابلاغ، معاشی وسائل اور سرمایہ کاری کے اداروں پر اپنے مؤثر کنٹرول کی وجہ سے ان کی اندرونی دبیرہنی پالیسیوں پر اثر انداز ہو کر ان کو اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کر رہا ہے اسی طرح اسلامی دنیا کے اندر شیخ اپنے اس دیرینہ پیروم و مرشد کی سنت و تعلیمات کی پیروی میں سرگرم عمل ہے یہ یہودی کی طرح تعداد میں کم ہونے کے باوجود اسلامی دنیا میں ذرائع ابلاغ اور سرمایہ کاری کے اداروں کے اپنے اثر و نفوذ کی وجہ سے مختلف سماجی اور فلاحی اداروں، فنون لطیفہ، شہر و شاعری اور

اس سلسلے میں وہ قرآن و صحیح احادیث کے مقابلے میں جھوٹی روایات گھڑنے کے بعد نبی علیہ السلام سے منسوب کرنے لگے یہاں تک کہ ان ظالموں نے تو قرآن کو بھی بدل ڈالنے کی کوشش کی، جس میں یہ ناکام رہے کیونکہ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ادری ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَكَرَّآ قَاتَالَهُ لِحَافِظُونَ، لیکن اس مذموم کوشش میں ناکامی کے باوجود بھی قرآن کو مشکوک بنانے کے لئے یہ پردہ پیگند جاری ہے کہ یہ وہ قرآن نہیں جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا تھا بلکہ یہ البکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) کا لکھا ہوا اور ترتیب دیا ہوا قرآن ہے (معاذ اللہ) بہر حال ان اسلام دشمنوں کا زیادہ ندر اس بات پر تھا کہ کسی طریقے سے ان کو حید پرست مسلمانوں کو قبر پرستی کی طرف مائل کر کے مشرک بنا دیا جائے کیونکہ ان سے پہلے اہل کتاب آئینوں کی اکثریت اسی قبر پرستی کی وجہ سے مشرک بن گئی تھی چنانچہ نبی علیہ السلام اپنی زندگی کی آخری سالوں تک مسلمانوں کو خبردار کرتے رہے کہ دیکھتے، یہود و نصاریٰ کی طرح انبیاء اور صلحاء کی قبور کو نہ پرستو نہ شروع کر دینا، اس مشرک و فحل سے اپنے آپ کو بچائے رکھا ورنہ اللہ کی رحمت سے دور ہو کر اس کے غضب و لعنت کے مستحق ہو جاؤ گے۔

#### بقیہ حاشیہ ص ۱۱۵

نام تہاد و کج ذریعہ اپنے باطل عقائد و نظریات پھیلانے میں کوشاں رہتے ہیں اور یہود کی طرح اسلام دشمنی کے لئے ان سارے ذرائع و وسائل کو استعمال کرتے ہیں۔ یہود و شیعہ ان مقاصد کے لئے ہمیشہ ایک دوسرے کے مدد و معاون ہوتے ہیں۔



یہ اسلام دشمن، سازشی عناصر مسلمانوں کے اندر بدعقیدگی اور قہر پرستی پھیلانے کے لئے کسی موقع کی تلاش میں تھے اور یہ موقع ان کو اس وقت ہاتھ آیا جب مسلمانوں کے اندر خلقِ قرآنؐ کے غیر ضروری اور مستحق قرار مسئلہ کھڑا کر کے نفسیانہ بحث پھیر دی گئی کہ قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق مسلمانوں کے خلاف سازش اور بد مذہبی پر مبنی اس نفسیانہ موٹہ سنگانی اور اس پر نثر شروع ہونے والی منطقی اور کلامی بحث سے متاثر ہونے والوں میں ان کی طرف احمد بن حنبل بھی تھے جو اس بحث میں خلقِ قرآنؐ کی مخالفت میں سب سے

لے خلقِ قرآنؐ کا مسئلہ ایک غیر ضروری اور فرضی مسئلہ تھا، جس کو سازش کے تحت دین اسلام کا بنیادی مسئلہ بنا دیا گیا اور پھر قرآنؐ کو مخلوق سمجھنے یا اس غیر ضروری بات پر خاموشی اختیار کرنے والوں پر کفر کے فتوے لگنے شروع ہوئے حالانکہ عام فہم کی بات ہے کہ دنیا میں جو قرآنؐ موجود ہے وہ کاغذ یا چمڑے پر لکھا گیا ہے اور چونکہ کاغذ، چمڑا اور سیاہی مخلوق ہیں ایسے دنیا میں ان چیزوں پر لکھا ہوا ہے اور ان سے بنا ہوا قرآنؐ بھی مخلوق ہوگا جو آگ میں جل کر یا پانی میں گھل کر فنا ہو جاتا ہے۔ ہاں لوح محفوظ میں لکھا ہوا قرآنؐ اللہ کے پاس محفوظ ہے اسے نہ ٹٹا ہے اور نہ فنا ہوتا ہے۔ جس طرح انسان مخلوق ہے مرنے کے بعد اس کا جسم فنا ہو جاتا ہے لیکن اس کی روح برزخ میں محفوظ ہوتی ہے فنا نہیں ہوتی۔ (الروح من امر ربی واللہ خالق کل شیء) ایک دن اسی زمین کی ہر چیز کو فنا ہو جانا ہے سوائے اس رب ذوالجلال کے (الرحمن) اللہ خالق ہے اور ہر چیز مخلوق قرآنؐ کی قسم کھانا اسی لئے حرام ہے کہ قسم صرف اللہ (خالق) کی کھائی جاسکتی ہے، مخلوق کی نہیں۔

آگے تھے اس بحث کو اٹھانے والے چلاک ذہنوں نے اس مسئلے کو بہت اچھالا اور ساتھ ہی ساتھ احمد بن حنبل کی خوب بے بسی کر کے ان کو اس زلزلے کا بے پروا بنادیا لے اور پھر احمد بن حنبل کی شہرت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی سرپرستی میں اپنے باطل نظریات اور گھڑی ہوئی حدیثیں (کہ انبیاء، اولیاء اور شہداء اپنی ارضی قبروں میں زندہ ہیں) پھیلانی شروع کر دیں (حوالہ جات لکھے صفحات پر ملاحظہ کیجئے) اس طرح اس آخری اُمت میں شرک کا ایمان اور عقیدے کے طور پر، باقاعدہ افتتاح احمد بن حنبل سے کر لیا گیا اور جب سے شرک مسلمانوں میں اس انداز سے داخل ہوا، ان کے زوال و انحطاط اور تباہی و بربادی کا آغاز ہو گیا چنانچہ یہ عقیدہ اپنانے کے بعد (کہ انبیاء، اولیاء اور شہداء اور سارے مرنے والے دنیاوی قبروں میں زندہ ہیں) پھر اس امت کے مجاہد اور فرزند میدان جنگ کے بجائے قبرستانوں میں پناہ ڈھونڈنے لگے۔ خندقوں اور جنگی مورچوں کے بجائے آستانوں اور خانقاہوں میں سکون حاصل کرنے لگے قرآنؐ کو زندہ انسانوں کے سامنے پڑھنے اور اس کی دعوت پیش کرنے کے بجائے قبرستانوں میں مردوں اور ان کی قبروں پر پڑھنے کا رواج عام ہو گیا۔

اس طرح اسلام کا مجاہد، مجاہدین گیا۔ اس کے روح کی غذا اللہ کے ذکر کی

لے تاریخ گواہ ہے کہ اللہ کے حکیم بنے یا نیک بندے کو انسانوں کی اکثریت نے بے پروا نہیں بنایا سوائے احمد بن حنبل کے۔ اس پر آج تک سارے فرقے متفق ہیں، کیونکہ ہر دور میں ایک منظم گروہ نے اس کا دفاع کیا ہے۔



بجائے (قوالی اور نعمت کی شکل میں) موسیقی بن گئی اللہ کی راہ میں لگے ہوئے زخموں کو شیرازہ دار چلنے والے، حلوے ہاندے کے پلیٹ چلانے لگے۔ اللہ کی راہ میں تلوار چلانے والے پچھے اور ڈھول بجانے لگے۔ اللہ کے سامنے ہی سر جھکانے والے قبروں اور آستانوں، ملنگوں اور پیروں، جھنڈوں، دلدلوں اور تھریوں کے سامنے جھکنے لگے۔ اللہ کے راستے میں پیٹ پر پھتر باندھنے والے، اپنے پیٹوں کو غیر اللہ کے نام کی نیاز سے بھرنے لگے۔ زندہ جادید الحی القیوم رب کو پکارنے کی بجائے فوت شدہ بندوں کو پکارا جانے لگا پھر ہزاروں سپاہی، جنرل اور کرنل جنگی قیدی بنے، عزتیں اور عصمتیں پامال ہوئیں ان کے نو بہاول کو گولیوں کا نشانہ بنایا گیا، تلواروں پر اچھا لگیا اور ایمان سے تہی دامن ہو جانے کے بعد یہ اپنی آنکھوں سے اس بربادی کا تماشہ دیکھتے رہے۔ اصلاح احوال کے بغیر محض دعاؤں سے کام چلانے کی کوشش ہوتی رہی لیکن ان ساری آنتوں، ذلت درسوئی کے باوجود قرآن نازل کرنے والے مہربان رب کو ان کلر پڑھنے والوں پر ذرا بھی ترس نہیں آیا کیونکہ غدار اور مشرک بن جانے والوں کو وہ اسی طرح سزا دیا کرتا تھا۔ مشرک قبر پرست اور مجاور بن جانے کے بعد، اس مواحد، سرفروش، مجاہد، حکمران اور بادشاہ امت سے دنیا کی ایک ایک قوم نے اپنی شکستوں کا بدلہ لیا ہے۔

قبر پرستی کے مشرک عقیدہ پر جم جانے کے بعد آج تک یہ امت پوری دنیا میں کمزور اور غیر محفوظ ہے جو کام ہزاروں، لاکھوں یہود و نصاریٰ اور ان کی

لے۔ اندلس، طرابلس، بغداد، فلسطین، کشمیر اور دھاکہ کے علاقے اور واقعات اس کی کھلی گواہی پیش کر رہے ہیں۔

سرب پرستی میں کام کرنے والے سازشی عناصر، دن رات ایک کر کے صدیوں تک نہ کر سکے تھے (یعنی مسلمانوں کے درمیان مٹا لیس ایمان کی وجہ سے رشتہ اتحاد جو ان کی طاقت کا ضامن تھا، اسکو کمزور نہ کر سکے تھے) وہ کام تنہا احمد بن حنبل نے مسلمانوں میں ایمان اور اسلام کے روپ میں بدعتیہ کی بنیاد رکھ کر سر انجام دیا غالباً یہی وجہ تھی کہ احمد بن حنبل کی وفات پر سب سے زیادہ رنج و غم یہود و نصاریٰ، مجوسیوں اور ان کے بے پالک سازشی عناصر (شیعوں) کو بھتا۔

خطیب بغدادی اپنی تاریخ بغداد کی جلد نمبر ۴ کے صفحہ نمبر ۴۲۲ پر قیصران صہیں۔

”قَالَ اسْلَمَ يَوْمَ مَاتَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ  
عَشْرُونَ اَلْفًا مِنَ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسِ  
قَالَ وَسَمِعْتُ الْوَرْكَانِي يَقُولُ يَوْمَ مَاتَ  
اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَقَعَ الْمَآثِمُ وَالنُّوحُ فِي  
اَرْبَعَةِ اَحْزَانٍ مِنَ النَّاسِ الْمُسْلِمِينَ  
وَالْيَهُودِ، وَالنَّصَارَى وَالْمَجُوسِ“

ترجمہ :- ”جس روز احمد بن حنبل کی وفات ہوئی، اس دن بیس ہزار یہودی، نصاریٰ اور مجوسی مسلمان ہوئے اور کہا کہ میں نے الورکانی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس دن احمد بن حنبل کی موت واقع ہوئی اس بعد چار مذاہب کے لوگوں، مسلمانوں، یہودیوں، نصاریوں اور مجوسیوں نے ماتم کیا۔“

لے یہود، نصاریٰ اور مجوسیوں کے علاوہ جن مسلمان نے ماتم کیا تھا



اب اللہ اس کے رسول اور ولیوں سے اور دین اسلام سے محبت کرنے والے اپنے ایمان اور اللہ کے دُعا کو سامنے رکھتے ہوئے خود فیصلہ فرمائیں کہ اگر وہ کون سی ایسی بات تھی کہ احمد بن حنبل کی ذنات پر یہودیوں، نصاریٰ اور مجوسیوں نے نوحہ و ماتم کیا جب کہ دوسری طرف ملاحظہ ہو کہ انہی یہودی ظالموں نے انبیاء علیہم السلام تک کو ناحق قتل کیا ہے۔ (وَلَقَدْ سَلَوْنَ النَّبِيَّ لِيَكْتُمُ الْحَقَّ) داؤد، سلیمان، مریم اور عیسیٰ علیہم السلام پر جھوٹی ہتھکنس لگائی ہیں۔ اللہ کے نازل کردہ احکامات کو بدل ڈالا خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی کئی بار سازشیں کیں۔ یہی یہودی اسلام کے بدترین دشمن رہے جنہوں نے دوسری اقوام کو اسلام کے خلاف اکسایا۔ نبی علیہ السلام، آپ کی انداز اور مسلمانوں کے خلاف بہتان طرزیں کیں۔ صحابہ کرام کو مختلف سازشوں کے ذریعہ قتل کیا اور اللہ کے دین کے دشمنوں کی خوب مالی اور جانی امداد... کرتے رہے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذنات اور آپ کے صحابہ عمر و عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت پر خوشحال منائیں اور یہ ہر دور میں اسلام

بقیہ حاشیہ ص ۱۲۳

وہ دراصل شیعہ تھے، کیونکہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے والے ماتم و نوحہ نہیں کرتے، نبی علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اللہ کے رسول کی تعلیم تو یہ ہے کہ مَنْ صَرَبَ الْخُرْدَ وَدَوَّ شَقَّ الْجُيُوبِ دَعَا جِدْعًا لِحَا جَاهِلِيَّةٍ فَلَيْسَ مِنِّي۔ (متفق علیہ) جس نے گالوں کو پیٹا، گریبان کو پھاڑا اور جاہلیت کی پکار پکاری وہ ہم میں سے نہیں۔ لیکن شیعہ آج بھی فرمانِ رسول کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے ان اکابرین کے نقیض قدم پر چلتے ہوئے نوحہ و ماتم کرتے ہیں۔

کو مٹانے کے لئے اٹھ ہی چوٹی کا نور لگاتے رہے ہیں کیا وجہ تھی کہ اسلام کی بدترین دشمن قوم نے احمد بن حنبل کی ذنات پر ماتم کیا۔ بات بالکل صاف ہے، جو نقصان اسلام اور مسلمانوں کو اس قبر پرستی کے عقیدے یعنی مُردے کو اسی دنیاوی قبر میں زندہ سمجھنے کے عقیدے سے پہنچا ہے، وہ اس سے پہلے تمام یہودی، نصاریٰ اور مجوسی جسد اسلام دشمن متحد ہو کر بھی نہیں پہنچا سکتے تھے اسی وجہ سے احمد بن حنبل کی ذنات کے بعد اس مشن کو آگے بڑھانے اور ان کے خلاء کو پر کرنے کے بیٹے بیس ہزار یہودی، نصرائی اور مجوسی دین اسلام کا لبادہ اڑھ کر میدان میں کود پڑے۔ اب آئیے بدعتیہ کی اور قبر پرستی کے ان نمونوں پر نظر ڈالیں جو احمد بن حنبل نے شہرت کی آڑ میں یہود و نصاریٰ کی ترجیحی کرتے ہوئے دین اسلام میں داخل کرائے۔

وَمَا كَانَ يَقُولُ: اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ اَحْيَاءُ فِي قُبُورِهِمْ يَصَلُّونَ، وَاَنَّ الْمَيِّتَ يَعْلَمُ بِزَائِرِهِ۔ ترجمہ:- اور وہ (احمد بن حنبل) کہتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور مردہ اپنے زائر اور قبر پر آنے والے کو پہچانتا ہے۔

(طبقات حنابلہ، جز دوم ص ۳۰۳)

احمد بن حنبل نے اپنے ایک شاگرد مسدود بن مسدد کو خط کے جواب میں لکھا کہ قبر کے اندر مردے کے جسم میں روح لوٹاٹے جانے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ملاحظہ ہو

”وَالْاِيْمَانُ بِمَنْكَدٍ وَكَبِيرٍ وَعَذَابِ الْقَبْرِ“



والایمان بملک الموت ویقبض الارواح  
ثُمَّ تَرَدُّ فِي الْاجْسَادِ فِي الْقَبُورِ  
مکروکیر، عذاب قبر اور ملک الموت کے ارواح کو قبض کرنے اور  
پھر ارواح کے قبروں میں حبول میں لوٹانے جلنے پر ایمان لانا  
یہی ہے " لے

اسی شیخ نواز امام احمد بن حنبل نے پوری زندگی معاویہؓ اور یزید بن  
معاویہؓ سے بغض و حسد کا مظاہرہ کیا۔ مسند احمد بن حنبل میں روایت ہے...  
لائے ہیں کہ معاویہؓ شراب حرام ہونے کے باوجود بیا کرتے تھے اور اس  
پر فخر بھی کرتے تھے۔ (مسند احمد جلد ۵ ص ۳۲۸)

لے طبقات خاندان خاندان، تالیف ابن بطہ المقصد  
الارشاد، تالیف ابن بطہ کتاب الصلوٰۃ، طباعت سعودی عربیہ،  
نیر احمد بن حنبل تویر کے بھی قائل تھے اور خود بھی لکھا کرتے تھے۔ (سئل  
احمد بن حنبل ص ۵، فتاویٰ ابن تیمیہ، زاد المعاد)

اکثر فرقہ پرستوں کا عقیدہ ہی اس خط کے مطابق ہے اس کے باوجود  
ان میں سے کچھ لوگ اس خط کی سند پر اعتراض کرتے ہیں لیکن وہ یہ اصول  
بھول جاتے ہیں کہ ننویٰ تو معدود و مشہور خبر پر لگایا گیا ہے جس کو اہل  
علم اور محققین نے تسلیم کیا اور قیہ لیت کا درجہ دیا ہے  
بعض حضرات اس انداز سے اپنے امام کا دفاع کرتے ہیں کہ اگر یہ اس  
کا خط ہے تو کافر اور اگر اس کا نہیں ہے تو مومن۔ ایسے حضرات کے لئے  
ہم نبی علیہ السلام کا یہ فرمان پیش کرتے ہیں

ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ محمد رسول اللہؐ نے ارشاد  
فرمایا قوی مومن کمزور اور ضعیف مومن سے بہتر اور اللہ کو زیادہ پسند  
ہے اور دونوں میں خیر ہے اپنے فائدے کے کام کے لئے زیادہ جدوجہد  
کرو۔ اللہ سے مدد حاصل کرو اور کمزوری مت دکھاؤ۔ اور اگر (اللہ نہ کرے)  
آپ کو تکلیف پیش آجائے تو یہ مرت کہنا کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ایسا  
ہوتا۔ لیکن یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ نے جو چاہا تھا میرے لئے مقدر فرما دیا۔ اور  
جو چاہا وہ کر دیا کیونکہ "کو" (اگر) کا لفظ شیطان کی کارروائی کا راستہ  
کھولتا ہے۔ (مسلم)

کچھ حضرات کا اعتراض ہے کہ یہ عقیدہ تو احمد بن حنبل سے پہلے ابو حنیفہ  
کے زمانے میں بھی موجود تھا۔ دین کے ایسے بے خبروں سے عرض ہے کہ یہ  
عقیدہ نزوحؓ سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ تک  
ہر دور میں موجود رہا ہے۔ لیکن ہر دور میں اس عقیدے کی مخالفت کی گئی  
ہے۔ یہاں تک کہ ابو حنیفہؒ نے اپنے دور میں قبر والے سے مانگنے والے  
جاہل کو سختی سے منع فرمایا لیکن احمد بن حنبل نے اپنے دور میں اس  
قبر پرستی کے عقیدے کو مذہبی رنگ دیکر اپنے خط کے ذریعے سے  
اُچھالا ہے ورنہ آج اسلامی کتابوں سے یہ خط اگر نکال دیا جائے۔  
تو یہ سوال و جواب کے لئے مردے کا کچھ دیر کے لئے زندہ ہونے والا  
عقیدہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دفن ہو جائے گا۔ اس خط کے متن پر تو اہل  
حدیث اور علماء دیوبند (شاہ بدیع الدین مرفاز خان صفحہ ابو جابر وغیرہ  
نما پنا عقیدہ استوار کر رکھا ہے ورنہ پورے قرآن اور احادیث میں مردہ کے  
کچھ دیر کے لئے زندہ ہونے والے الفاظ نہیں ہیں۔







رسولؐ اور مومنوں سے دوستی کرے گا تو وہ اللہ کی جماعت میں داخل ہوگا اور اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔“

اس آیت کی تفسیر سے مومن وہ ہے جو دوسرے مومن کو دوست اور قابل احترام سمجھے۔

اب آئیے احمد بن حنبل کے ان الفاظ کی طرف توجہ دلائیں اس جنتی بندے یزید بن معاویہ کے بارے میں کہے ہیں ”کیا کوئی شخص بھی جو اللہ اور رسولؐ پر ایمان رکھتا ہو۔ یزید سے محبت کر سکتا ہے؟“ فرمان رسولؐ کے مطابق تو جو کسی مومن مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہے اور جو کسی مسلمان پر لعنت بھیجے وہ خود لعنتی ہے۔

احمد بن حنبل کی نگاہوں میں جنتی یزید بن معاویہ اس قابل بھی نہیں کہ ان سے حدیث لکھی جائے۔

اس عبارت کو پڑھنے کے بعد ہو سکتا ہے کہ کوئی فرقہ پرست قبر پرست یا امام پرست سیخ پا ہو جائے اور کہنے لگے کہ یہ احمد بن حنبل پر بہتان ہے انھوں نے یزید بن معاویہ کو کافر اور بے دین نہیں کہا ہے۔

تو آئیے احمد بن حنبل کے اس فتوے کو آئمہ حدیث دفعہ کے اقوال کی مدد سے دیکھتے ہیں۔

۱۔ لا ریب : حدیث دین ہے اس لئے حدیث کے نقل کرنے والے کے لئے مسلم، عادل، متقی، امین ہونا شرط لازم ہے۔ (امام مسلم)

۲۔ حزب اللہ کے لئے الکافر مانا جائے لا یحاکون لہم ولا یمت لہم کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں گھبراتے۔ یعنی جہاں بھی مہل دین کھول کر بیان کرتے ہیں۔ کسی فرقہ یا مسلک کا لحاظ نہیں کرتے۔

۲۔ آئمہ حدیث دفعہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر راوی عقیدہ توحید پر قائم نہیں ہے اور اس کی توحید میں شرک کی ملاوٹ ہے تو اس کی روایت ہرگز قبول نہیں کی جائے گی۔

کیونکہ راوی کی روایت قبول کرنے کے لئے عدالت اذ لین شرط ہے اور عدالت کا اسلام کے بغیر تصور بھی محال ہے۔“

۳۔ سلام بن ابی مطیع بیان کرتے ہیں کہ ایوب کو یہ اطلاع ملی کہ میں عمرو بن عبید کے پاس جایا کرتا ہوں چنانچہ ایک روز میرے پاس آئے اور کہنے لگے بھلا یہ کیسے درست ہو سکتا ہے کہ جس شخص کی دینداری کا مقصد اعتبار نہیں اس کی روایت حدیث کا اعتبار کیا جاسکتا ہے؟ (مقدمہ صحیح مسلم و مقدمہ ابن الصلاح بحوالہ امام احمد بن حنبل پہلی قسط از کمال عثمانی امیر خرب اللہ ص ۱۶، ۱۸، ۲۱) آئمہ حدیث دفعہ کے مندرجہ بالا اصول و اقوال سامنے رکھتے ہوئے احمد بن حنبل کی رائے یزید بن معاویہ کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ :- ”یزید بن معاویہ اس کی عدالت میں جرح و دہج کی گئی ہے پس وہ اس قابل نہیں کہ اس سے روایت لی جائے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس (یزید بن معاویہ) سے روایت نہ لی جائے۔“

(میزان الاعتدال جلد ۲ ص ۲۹۳) اسی احمد بن حنبل نے فقہی اختلاف کی وجہ سے ابو حنیفہؒ اور ان کے شاگرد محمد بن حسنؒ پر بھی کفر کے فتوے لگائے ہیں۔ ملاحظہ کیجئے۔

ترجمہ :- ابو اسماعیل ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن حنبل کو کہتے ہوئے سنا کہ محمد بن الحسنؒ (امام محمدؒ) شرع میں جہمیہ مذہب کی پیروی کرتے تھے (یعنی جہم میں صفوان کے مذہب کو مانتے تھے) جو



اللہ تعالیٰ کو عضو محفل سمجھتا تھا) اور روایت کیا جنبل بن اسحاق نے احمد سے کہہنا  
 انھوں نے کہ ابو یوسف حدیث میں ضعیف سمجھے جاتے تھے اور محمد بن الحسن  
 (امام محمد) اور ان کے شیخ (ابو حنیفہ) دونوں اثر (حدیث نبوی) کے مخالف تھے۔  
 (ترجمہ عبارت لسان المیزان جلد ۱۲ صفحہ ۵ مصنف ابن حجر عسقلانی)  
 یعنی احمد بن جنبل ابو حنیفہ اور امام محمد کو منکرین حدیث سمجھتے تھے اور چونکہ  
 منکر حدیث کا فرہوتا ہے اس لیے احمد بن جنبل کی نگاہوں میں ابو حنیفہ اور  
 امام محمد دونوں کافر تھے۔

فرمان رسولؐ کے مطابق جو کسی مومن کو کافر کہے وہ خود کافر ہے اب جو  
 لوگ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کو مسلمان سمجھتے ہیں وہ احمد بن جنبل کے متذکرہ بالا  
 قول کے باوجود ان کو مومن سمجھتے ہوئے اپنے ایمان کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ  
 قرآن و حدیث کی تعلیمات اُن سے کیا تقاضا کرتی ہیں۔

اور کہاں ہیں وہ لوگ جو صحابہ کرامؓ اور سلف صالحین سے محبت کرنے  
 کا دعویٰ کرتے ہیں جو شیعوں کے اس خود ساختہ امام کی حقیقت دنیا داول کے  
 سامنے کھول کر بیان کریں جس نے شہرت کی آڑ میں مسلمانوں میں قبر پرستی کا  
 عقیدہ بھیلایا کہ انھیں مجاہد بنایا اور اس طرح مسلمانوں اور دین اسلام کو یہودیوں  
 نصرانیوں، مجوسیوں اور دیگر اقوام کے لیے ترنالہ بنا دیا اور وہ آج تک اسی رسوا کن  
 صورت حال سے دوچار ہیں۔

اسی احوالِ عظیم کو مانتے ہوئے تو یہودیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں نے

اے امام احمد بن جنبل کی پیروی کرتے ہوئے آج بھی ہر شیعہ اپنی محفل میں  
 معاون، یزیدؒ اور امام ابو حنیفہؒ پر لعنت بھیجتے ہیں۔

احمد بن جنبل کی ذفات پر ماتم اور نوہ کیا تھا یہی وجہ تھی کہ اس شخص (احمد بن جنبل)  
 کو اس زمانے کے کچھ مسلمانوں نے پہچان لیا تھا کہ یہ ظاہری تقویٰ اور  
 اپنی شہرت کی آڑ میں اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں جس کی وجہ سے لوگ  
 ان سے نفرت اور بیزاری کا اظہار کیا کرتے تھے اور اس کے خلاف فتوے  
 بھی صادر کرتے تھے لیکن یہ مخالفانہ فتاوے اور الفاظ کمال ہوشیاری کے  
 ساتھ منظر سے غائب کر دیے گئے اور اس کے برعکس اپنے امام کے دفاع  
 میں نکلے ہوئے کلمات کو تحفظ دیا گیا۔ ملاحظہ کیجئے۔

"احمد الدوقی کہتے ہیں کہ جس کسی کو تم سنو کہ وہ احمد بن جنبل کا برائی کے  
 ساتھ ذکر کر رہا ہے تو اس کے اسلام پر ہمت لگاؤ۔"

(تہذیب التہذیب جلد ۱ ص ۱۷۷)

ان دفاعی کلمات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے علماء نے  
 احمد بن جنبل پر بدعتیہ کی اور اسلام دشمنی کے فتوے اور الزامات لگائے  
 تھے تبھی تو احمد بن جنبل کے حق میں یہ دفاعی کلمات ادا کئے گئے ہیں اے

اے جو لوگ آج بڑے زور و شور سے احمد بن جنبل کا دفاع کرتے ہوئے  
 کہتے ہیں کہ بارہ صدیوں میں احمد بن جنبل کی کسی نے برائی نہیں کی اور  
 پندرہویں صدی میں امیک ڈاکٹر عثمانی پیدا ہوئے جو احمد بن جنبل کو بدعتیہ  
 ثابت کر کے اس کی برائی کرنے لگے۔ وہ اگر غور فرمائیں تو احمد بن جنبل  
 کے دفاع کا یہ انداز جیغی کھاتا ہے کہ اس کے اپنے زمانے ہی کے مسلمان  
 ان کی بدعتیہ کی وجہ سے برائی کرتے تھے۔ درنہ تہذیب التہذیب کے  
 اندر درج بالا کلمات سمجھنے کی کیا ضرورت تھی کیا سمجھنے والوں کو معلوم ہوتا کہ



اسی طرح احمد بن حنبل کے دفاع میں امام شافعی کا قول بھی طبقات ضابطہ میں پیش کیا جاتا ہے کہ

امام شافعی نے فرمایا: "جس نے احمد بن حنبل سے بغض رکھا، تو وہ کافر ہے" طبقات ضابطہ صفحہ ۷۷، امام شافعی کے قول سے بھی ثابت ہوا کہ اس نے ان کے مسلمان احمد بن حنبل سے انتہائی درجے کا بغض رکھتے تھے۔ رہا ان کے قول کی حیثیت کا معاملہ تو وہ احمد بن حنبل سے تقریباً ۳۸ سال قبل ۲۰۴ھ میں وفات پا چکے تھے۔ ان کا قول احمد بن حنبل کی صفائی میں پیش کرنا بڑی جہالت ہے کیونکہ امام شافعی پیغمبر نہیں تھے کہ ان کی گواہی یا قول ان سے بعد مرنے والے انسان کے لئے حروف بحرف درست ہو۔ ایسی گواہیاں تو صرف انبیاء کی سچی ہوتی ہیں۔ اس لئے امام شافعی کا قول احمد بن حنبل کی صفائی میں پیش کرنا جائز نہیں

وہ حضرات سوتیلے جوا احمد بن حنبل یا کسی اور شہور ہندے کو رب بنا کر اٹھتے بیٹھتے دن رات اس کی تعریف اور بڑائی بیان کرتے رہتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے لئے قرآن کا فرمان ہے

اتَّخَذُوا اَحْبَادَهُمْ وَاَزْوَاجَهُمْ اَزْدِيَاءً مِّنْ دُونِ اللّٰهِ (التوبہ)

"ان لوگوں نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا رب بنالیا ہے" وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اَشْدَادًا يُحِبُّونَ فَضْلَهُ كَحُبِّ اللّٰهِ (البقرہ: ۱۶۵)

اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو دوسروں کو اللہ کے برابر ٹھہرتے ہیں اور

بقیہ حاشیہ ۱۳۳

ہندو صمدی میں ڈاکٹر عثمان نام کے ایک شخص پیدا ہوں گے جو احمد بن حنبل کی برائی کر رہے ہیں۔ ہرگز نہیں!

۱۳۴

ان سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں۔" یعنی اللہ کی بات کے مقابلے میں اپنے اموال مولوہوں اور پیروں کی بات کو ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کے مقابلے میں ان کے دلوں میں اپنے ان حضرات کا لحاظ اور وقار زیادہ ہوتا ہے۔

ایسا عقیدہ رکھنے والے بدعہدوں ناشکروں اور بد نصیبوں کو مہربان رب نے دنیا میں خیر وار کر دیا ہے کہ جو لوگ دنیا میں اللہ کے مقابلے میں اپنے علماء اور مشائخ سے اندھی محبت کرتے ہیں اور اللہ کے واضح احکامات کے ہوتے ہوئے اپنے اموال علماء اور مشائخ کی اندھی تقلید کرتے ہیں وہ قیامت کے دن جہنم کے شعلوں کو دیکھ کر ان علماء اور مشائخ سے نفرت اور سبزی کا اعلان کریں گے اور خواہش کریں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں دوبارہ دنیا میں پس لوٹائے تو وہ خالص اپنے حقیقی رب کی بزرگی اور اس سے اپنی بھرپور محبت کے تقاضے کو پورا کرتے ہوئے اس کے رسول کی سنت پر صحیح انداز سے چل کر دکھا دیں لیکن اس مہربان رب نے دنیا والوں کو یہ بات اسی دنیا میں بتا دی ہے کہ اس قسم کے پچھتاوے تو بہ استغفار اور ایمان لانے کا اقرار ان امام اور پیر پرستوں کو وہاں آخرت میں کچھ فائدہ نہ دے سکے گا یہ ساری حسرتیں لئے ہوئے وہ اپنے گمراہ اکابرین کے ساتھ ہمیشہ کئے جہنم میں اتار دیئے جائیں گے جہاں آگ ان کا اڑھکا اور بچھونا ہوگی۔ زقوم، کھولتا ہوا گرم پانی اور بدبو دار پیپ ان کا کھانا اور پینا ہوں گے۔

اس لئے ہر اس انسان کو جو آخرت پر یقین رکھتا ہے اپنے عقیدے اور عمل کی اصلاح دنیا ہی میں کر لینی چاہیے۔ اور بروقت اپنے مہربان اور بخشنے والے رب سے جہنم کی آگ سے بچنے اور جنت کی لازوال نعمتوں میں داخل ہونے کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔

۱۳۵



اب الدین الخالصؒ سے اُس کے مصنف ابو جابر کے مخالفوں علمی خیانت اور جہالت کے کچھ حوالے ملاحظہ فرمائیے!

یہ پوری کتاب مصنف کے فکری انتشار ان کی تضاد بیانی اور سب سے بڑھ ڈاکٹر عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ذاتی دشمنی کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ چنانچہ دو قسطوں میں پھیلی ہوئی اس کتاب میں جہاں ایک طرف انہوں نے عالم برزخ اور برزخی بدن کا انکار کیا ہے وہاں اس حقیقت کو تسلیم بھی کیا ہے کہ کتاب کی پہلی قسط کے صفحہ نمبر ۴۲، ۴۳ پر لکھتے ہیں

”کیوں کہ میں نے جن دوستوں سے بھی عذاب قبر کی بات کی ہے اور انہیں سمجھایا کہ نبیؐ نے فرمایا ہے ”عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ“ یعنی قبر کا عذاب حق ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ اس قبر میں تو کچھ ہوتا نہیں اس لئے یہاں عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ تو میں نے کہا، پھر نبیؐ نے غلط بات فرمائی ہے (توفی اللہ) اور بقول آپ کے آپ کو یوں فرمانا چاہیے تھا کہ عَذَابُ الْقَبْرِ حَقٌّ (برزخ کا عذاب حق ہے)۔ مگر قرآن و حدیث کے دلائل سے قائل ہونے کے بجائے انہوں نے عقلی ڈھکوسلے بیان کرنا شروع کر دیئے اور عذاب قبر کے بجائے عذاب برزخ پر مصر ہے۔ ”خود بدلتے نہیں۔ قرآن کو بدل دیتے ہیں“ (ص ۴۲ - ۴۳) الدین خالص قسط نمبر ۱، لیکن اس کتاب کے ص ۴۲ پر رقمطراز ہیں۔

”خروج نفس اور روح کے بعد اَلْیَوْمَ تَجُزُّونَ عَذَابِ الْقَبْرِ“ میں جس عذاب کا ذکر کیا گیا ہے، یہی عذاب قبر ہے جسے عذاب برزخ بھی کہا جاتا ہے، (قسط اول ص ۴۱) گویا ابو جابر صاحب خود عذاب قبر کو عذاب برزخ کہیں تو بالکل

ٹھیک ... اور قرآن و حدیث کی بات ہے لیکن اگر ڈاکٹر عثمانی یا ان کا کوئی ساتھی کہے تو یہ بہت دھرمی اور جہالت ہے اپنی کہی خود ان پر صادق آ رہی ہے۔ اسی قبر میں قیامت سے پہلے مڑے کو زندہ مان کر قرآن کو بدلنے کی جسارت فرما رہے ہیں۔ (حالانکہ قرآن میں مرنے کے بعد قیامت تک زندگی کا کوئی ثبوت نہیں ہے) اور الزام دوسروں کو قرآن بدلنے کا دے رہے ہیں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں

”ظاہر بات ہے اس شخص کو تکبر کی وجہ سے یہ عذاب دیا گیا اور یہ برزخی عذاب ہی ہے جسے احادیث میں عذاب قبر کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس عذاب میں روح کے ساتھ بدن عنصری بھی شامل ہے صرف بدن عنصری (یعنی مردہ جسم) کا زمین میں دھنسا چلا جانا سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ ایسا جان لاشے کو عذاب دیا جاتا ہے معنی بات ہے“

(الدین الخالص قسط اول ص ۴۱)

اس سے پہلے فاضل علوم دینیہ فرماتے ہیں! ”راحت قبر یا عذاب قبر زندہ کو نہیں ہوتا“ مرنے کے بعد سے قیامت تک کے تمام مراحل سے مردہ ہی گزرتا ہے۔ بھائی کس نے آپ سے کہہ دیا کہ وہ مردہ نہیں ہے۔ افسوس صد افسوس آپ کی عقل پر تو ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ یہاں بات تو ساری میت (مردہ) ہی کے بارے میں ہو رہی ہے۔“ (ایضاً ص ۴۱) مغالطہ ہو تو ایسا! ایک جگہ عذاب کے سارے مراحل سے مردہ ہی گزرتا ہے۔ یعنی مردے ہی کو عذاب ہوتا ہے لیکن دوسری جگہ مردے کو عذاب دیا جاتا



سمجھ سے بالاتر اور بے معنی بات تترار دی جاتی ہے خود اپنی ہی عقل پر قائم کرنا  
شاید ایسا ہی ہوتا ہے ۴

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی!  
ڈاکٹر عثمانی پر عالم برزخ کے سلسلے میں تنقید کرتے ہوئے الدین الخالص  
کی دوسری قسط میں لکھتے ہیں:

”الانکہ کسی حدیث میں بھی عالم برزخ کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ صرف موصوف  
کی لٹرائی ہے اور ایسا دعویٰ ہے جس پر ان کے پاس کوئی بھی  
دلیل موجود نہیں ہے۔۔۔ کسی حدیث میں نبی نے اس اصطلاح کو  
استعمال نہیں فرمایا ہے مگر موصوف اپنی کم علمی کی بنا پر سمجھ رہے ہیں  
کہ شاید احادیث میں یہ اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔“ (ص ۲۱۷)

لیکن پہلی قسط میں عالم برزخ کے بارے میں خود مصنف کا اعتراف ملاحظہ ہو۔  
”اس سے ثابت ہوا کہ جسم کے ساتھ دنیا میں کچھ ہو جائے، مگر عالم  
برزخ میں اس کے جسم کو دوبارہ تخلیق نہ کر کے اسے ثواب و  
عذاب سے دوچار کیا جاتا ہے۔ البتہ سب کچھ کیسے ہوتا ہے  
ہماری عقلیں اسے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ہم تو صرف اللہ اور رسول  
کی بتائی ہوئی باتوں پر ایمان لاتے ہیں۔“ (ص ۳۹)

غور فرمائے ڈاکٹر عثمانی مرحوم عالم برزخ کی اصطلاح استعمال کرنے  
پر مصنف موصوف کی نظر میں کم علم اور جاہل ٹھہرے لیکن خود سب وہی کچھ لکھتے

لے عالم برزخ میں ملنے والا یہ بدن دنیاوی نہیں بلکہ برزخی بدن ہوتا ہے مگر ابو جابر  
صاحب اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے دنیاوی جسم کے عالم برزخ میں دوبارہ  
تخلیق کے بیانے کی نرالی منطق پیش فرماتے ہیں جس کی کوئی علمی بنیاد نہیں

اور کہنے کے باوجود ان کے علامہ ہونے میں کوئی تفریق واقع نہیں ہوتا بلکہ یہ ان  
کے علامہ ہونے کی دلیل ہے۔ ”خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد“

اسی طرح ایک مقام پر شاہ بدیع الدین ریسر صاحب آف جھنڈا کی کتاب  
کا حوالہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں

”البتہ پر صاحب کی یہ بات ہماری سمجھ بھی نہیں آئی کہ زندہ کے  
سننے میں اختلاف نہیں بلکہ بحث اس میں ہے کہ مردہ سنتے ہے یا نہیں  
ہمارے خیال میں روح لوٹائے جانے کے باوجود بھی وہ مردہ ہی  
رہتا ہے کیونکہ یہ اس کی برزخی حیات ہے اور برزخی حیات کو دنیا کی  
زندگی پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ (الدین الخالص قسط اول ص ۸۳)

دراصل پر صاحب کی یہ بات فاضل علوم کی سمجھ میں اس لئے نہیں آئی کہ پیر  
صاحب نے صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ مردے نہیں سنتے، بلکہ روح لوٹائے جانے  
کے بعد مردہ زندہ ہو کر سنتے ہے۔ جبکہ مصنف موصوف مصلیٰ قرآن و  
حدیث کی تعلیمات کی روشنی کے بجائے اپنے خیال کے مطابق سمجھنے پر مصر نظر  
آتے ہیں لیکن عجیب معاملہ ہے کہ فاضل علوم مصنف کو اپنے خیالی ادھیڑ  
بن کی انتہائی دلچسپ صورت حال کا احساں نہیں ہوتا جب وہ یہی بات  
مختلف مقامات پر پیش کرتے ہوئے ہیں۔ ملاحظہ ہوا اپنی کی زبانی  
”مردہ کو جب دفن کیا جاتا ہے تو سوال و جواب کے لئے اسی میں  
روح لوٹائی جاتی ہے (قسط اول ص ۱۲۳)

یہی بات مزید وضاحت کے ساتھ:  
”البتہ ہم جو اعادہ روح کے قائل ہیں تو یہ اعادہ روح صرف تھوڑے

”یہ عقیدہ بھی سراسر قرآن کے خلاف اور کفر برہمنی ہے۔  
ان مسک پرستوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ جب مردہ کلام کر سکتا ہے



سے وقت کے لئے ہوتا ہے، (قسط دوم ص ۲۶۵)

غور فرمائیے! اصل کے اعتبار سے پیر صاحب اور مصنف کی بات میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پھر بھی پیر صاحب کی بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ پیر صاحب کی بات سے ڈاکٹر صاحب مرحوم کے موقف کی تائید ہوتی ہے۔ اور ابوجابر صاحب کو یہ کہ گوارا ہے کہ کوئی ڈاکٹر عثمانی کی بات کی تائید کرے! یہ محض ڈاکٹر عثمانی سے دشمنی کا نتیجہ ہے ورنہ ان کے خلاف لکھی جانے والی سب بات آسانی سے مصنف کی سمجھ میں آجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص ڈاکٹر عثمانی مرحوم کے خلاف کچھ لکھے تو وہ اس کی نگاہوں میں علامہ محدث اور عالم دین ٹھہرتا ہے لیکن اگر غیر ارادی طور پر اس کی کسی بات سے ڈاکٹر صاحب کی بات کی تائید ہوتی ہو یا وہ مصنف موصوف کے نظریے کے خلاف لکھے تو گمراہ اور مغالطہ دینے والا قرار دیا جاتا ہے۔ مثال ملاحظہ ہو۔

”آٹھویں عالم مسعود احمد صاحب بی۔ ایس سی ہیں۔۔۔۔۔ جس نے موصوف (ڈاکٹر عثمانی) کی گمراہیوں جھوٹ اور علمی خیانتوں کو ظہر من الشمس کیا ہے۔“ (دوسری قسط ص ۱۸۵)

لیکن ”اسی آٹھویں عالم“ کو جب اپنے مسلک اور نظریے کے خلاف پایا تو گمراہ، چالاک، باطل عقائد و نظریات والا (کافر) قرار دیا دوسری قسط کا آخری صفحہ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ دونوں آراء ایک ہی کتاب میں پیش ہوئی ہیں۔ مغالطہ اسی کو کہتے ہیں۔ تعصب انسان کو کہاں لاکھڑا کرتا ہے، اس کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ مصنف موصوف۔

بقیہ حاشیہ ص ۱۳۹

سن سکتا ہے، جواب دے سکتا ہے پہچان سکتا ہے تو پھر روج لوگنے کی ضرورت کس لئے پیش آتی ہے؟

ڈاکٹر عثمانی مرحوم کی مخالفت میں اتنے اندھے ہو گئے کہ ان کو اتنا بھی ہوش نہیں رہا کہ حدیث رسول کا مصداق بن کر خود اپنے اوپر کھڑا منافقت اور چور کے فتوے لگاتا ہے ہیں۔ چنانچہ دوسری قسط میں بخاری و مسلم کی حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”منافق کی چار نشانیاں ہوتی ہیں امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، بات کرے تو جھوٹ بولے، عہد کرے تو اس کو توڑ دے اور کسی سے لڑے تو گالیاں بکے۔“ (ص ۱۲)

لیکن اسی کتاب کے دو صفحات پہلے ڈاکٹر صاحب مرحوم کو گالیوں سے اس طرح نوازتے ہیں۔

”در اصل ڈاکٹر عثمانی بذات خود ایک جھوٹے، کذاب، دھوکہ باز، متعصب، ریاکار شخص ہیں۔“ (ص ۱)

جبکہ ڈاکٹر عثمانی نے اپنی کسی کتاب میں کسی کے لئے یہ الفاظ استعمال نہیں کئے اور نہ کوئی اور گالی دی ہے۔ قرآن و حدیث کے الکاری کی ثبوت کے ساتھ نشاندہی اور اس کا رد گالی نہیں بلکہ عین ایمان کا تقاضا ہے اور یہ کسی سے ذاتی یا مسلکی جھگڑے کی وجہ سے نہیں ہوتا بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور حکم کے بموجب بالکل اصولی اور ضروری معاملہ ہوتا ہے۔

اسی طرح بخاری و مسلم کی ایک اور حدیث سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان نقل کیا ہے!

”مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا ہے کہ میں لوگوں کے دلوں میں نقب لگاؤں اور نہ یہ کہ ان کے پیٹوں کو چیر دوں۔“ (قسط دوم ص ۳)

لیکن مذکورہ حدیث رسول کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے امامانوی



صاحب ڈاکٹر صاحب مرحوم کے بارے میں یوں نقب زنی فرماتے ہیں۔  
 ”مگر چونکہ انہوں (ڈاکٹر عثمانی) نے بظاہر دینداری کا لبادہ  
 اوڑھ رکھا ہے اس لئے چند سادہ لوح افراد ان کے دام فریب  
 میں آ گئے۔ اس کے علاوہ وہ اپنی ظاہری بزرگی اور پارسی  
 کا رعب بھی لوگوں کے دلوں پر بٹھاتے رہتے ہیں (قسط دوم ص ۱۷)  
 ”الدین الخالص“ قسط دوم میں ص ۱۴ سے صفحہ ۱۵ تک ڈاکٹر عثمانی  
 کی کتاب ”تہ قبری“ پر اس نے ”کے پرانے (حزب اللہ کے زمانے کے)  
 ایڈیشنوں کے عکس شائع کرتے ہوئے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ  
 ڈاکٹر عثمانی صاحب نے اس میں دوسروں کی کتابوں سے عبارات نقل کر کے  
 لفظ ”ماخوذ“ نہیں لکھا ہے اس لئے یہ سرفہر ہے اور پھر ص ۱۵ پر  
 (حزب اللہ سے) نقل جانے کے بعد اسی کتاب کے عکس شائع کر  
 کے یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ اب اس میں لفظ ”ماخوذ“ درج ہے۔ اب  
 اس کتاب کو اگر ابوجابر صاحب کے ذہنی معیار کے مطابق ہی لیا جائے  
 تو بھی انہوں نے یہ عکس شائع کر کے خود اپنے آپ کو اس سرفہر میں برابر  
 کا شریک ثابت کیا ہے کیوں کہ ان پرانے ایڈیشنوں کی اشاعت کے  
 وقت وہ خود ڈاکٹر عثمانی صاحب مرحوم کے ساتھ حزب اللہ میں شامل  
 تھے اور ظاہر ہے حزب اللہ کے زمانے میں شائع ہونے والے ان پرانے  
 ایڈیشنوں کی اشاعت میں ان کا اور ان کے پیرو اسناد کمال حسن عثمانی  
 کا مشورہ بھی شامل تھا (سطح صیاد خود اپنے ہی جال میں آ گئے ہیں یعنی  
 جب تک ڈاکٹر عثمانی ”حزب اللہ کے دور میں یہ سرفہر سادے ایڈیشن  
 ان کے مشورہ سے شائع کروا رہے تھے تو یہ دونوں حق پرست“  
 خاموش ہے لیکن یہ انہوں نے بھروسہ حق میں (جس میں یہ دونوں موجود تھے)

اپنی غلطیوں کے ازالہ کا اعلان کیا یعنی تبیئ بھی کی اور اصلاح بھی کر لی  
 تو اس کے بعد یہ دونوں ”معصوم حق پرست“ اور ان کے دوسرے ساتھی  
 چالاک چور کی طرح خود چور چور کا شور مچانے لگے تاکہ لوگ ان کو نہ  
 پہچان سکیں۔

ڈاکٹر عثمانی مرحوم پر تنقید کے حوالے سے مصنف موصوف کی تضاد  
 بیانیوں کی کچھ اور مثالیں ملاحظہ فرمائیں:-

”لیکن موصوف کی جہالت ملاحظہ ہو کہ وہ دنیاوی قبر وغیرہ  
 خود ساختہ اصطلاحات استعمال کر کے عوام الناس کی  
 آنکھوں میں دھول جھونکنا چاہتے ہیں (قسط دوم ص ۲۱۳)

لیکن خود اسی اصطلاح کو اپنی تحریر میں کس تواتر کے ساتھ استعمال کرتے ہیں،  
 ملاحظہ ہو:-

”اس وضاحت سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ دنیاوی قبر  
 کے اندر جو زندگی ہے وہ دنیاوی نہیں بلکہ اخروی زندگی ہے لیکن یہ تمام  
 کاروائی اللہ تعالیٰ نے ہم سے نہیں پرہیز (برخ این رکھی ہوئی ہے)۔“  
 (قسط دوم ص ۱۵۷)

”قریبی حدیث حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے جس میں وہ نبی کریم کی  
 قبر کو دیکھ کر اس کی کیفیت بتاتے ہیں کہ وہ ان کا عقیدہ ظاہر  
 ہے کہ یہ دنیاوی قبر ہی تھی نہ ہندو مذہب کی قبر نہیں ہوتی۔“  
 (الغنیہ ص ۱۲۷)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب کا نام ”سرفہر“  
 بیٹا سے باہر (جس میں نکال دیا جائے گا) سے تیار کیا گیا



ہے جب مُردے دنیادی قبر میں دفن ہو چکے ہوں۔“

(ایضاً ص ۲۲۷)

اندازہ لگائیے! خود دنیادی قبر کی اصطلاح استعمال کریں تو بالکل ٹھیک اور لوگوں کی رہنمائی کا موجب لیکن ڈاکٹر عثمانی استعمال کرے تو خود ساختہ اور عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے یعنی ان کو گمراہ کرنے کے مترادف ہے۔

صاحب کتاب نے مخالفہ دینے کے لئے جگہ جگہ لکھا ہے کہ ”اخروی زندگی سے مراد قبر کی زندگی ہے“ (جس کی ایک مثال درج بالا عبارات میں سے ایک میں دیکھی جاسکتی ہے) اگر دنیادی قبر کی زندگی، اخروی

زندگی ہے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ قیامت کے دن جب تمام مُردے زندہ کر دیے جائیں گے اور دنیادی قبر کی یہ خود ساختہ زندگی ختم ہو جائے گی تو اس نئی زندگی کو ہم کیا نام دیں گے پھر یہ کہ دنیادی قبر کے اندر ”زندگی“ کا لفظ کون سی اہمیت قرآنی اور حدیث میں استعمال ہوا ہے؟ دنیادی قبر میں تو مُردہ قیامت تک مُردہ ہی رہتا ہے موت کو زندگی کا نام دینا جہالت کی انتہا ہے۔

داماد نوی صاحب اپنی کتاب میں دو زندہ گویوں اور دو موتوں پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

”لہذا ثابت ہوا کہ دو زندہ گویوں اور دو موتوں پر حقیقتاً ہمارا ایمان ہے موصوف کا ایمان یہاں بھی مترنزل ہے ہمارے نزدیک مرنے کے بعد مدح جنت یا جہنم میں چلی جاتی ہے اور قیامت تک وہیں

رہتی ہے لہٰذا جبکہ عنصری کو اللہ تعالیٰ قبر میں روح کے تعلق کی وجہ سے راحت یا عذاب میں مبتلا رکھتا ہے۔“

(نقطہ دوم ص ۲۲۲)

اس جہالت پر مزید طمطراق ملاحظہ ہو:-

”لہذا قیامت سے پہلے صرف دو موتوں پر اصرار کرنا اور اسی طرح قیامت

سے پہلے اعادہ روح کا انکار کرنا بھی نہ صرف جہل مرکب ہے بلکہ

اللہ تعالیٰ کی کتاب کا انکار بھی ہے اور ان آیات کا انکار کرنے والا

نہ صرف ایمان سے خالی بلکہ کفر کا علمبردار بھی ہے۔“ (ایضاً ص ۲۲۸)

اس سے پہلے یہ بھی لکھ چکے ہیں۔

”یہ درست ہے کہ ہر انسان کے لیے دو زندگیاں اور دو موتیں ہی

مقرر کی گئی ہیں مگر اس کا کیا کیا جانے کہ قرآن کریم ہی میں بعض

لوگوں کی تین زندگیاں اور تین موتوں کا بھی تذکرہ ہے۔“

(ایضاً ص ۲۳۱)

اس ”مگر“ کا جواب بھی خود مصنف کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:-

”اے نیچے حاشیہ پر لکھا ہے، ”البتہ قبض روح کے بعد جب میت کو دفن کیا

جاتا ہے تو قبر کے سوال و جواب کے لیے اسے دوبارہ لوٹا دیا جاتا ہے۔“ اگر

صاحب کتاب نے عقیدہ کے مطابق اسی دنیادی قبر والے مُردہ جسم میں مدح اُڑائی

جاتی ہے اور قبر میں روح کے تعلق کی وجہ سے جبکہ عنصری کو راحت یا عذاب میں

رکھا جاتا ہے تو یہ عیسوی زندگی ہو گئی جو خود اس کے مندرجہ بالا عقیدے کے خلاف ہے

اب مصنف موصوف ہی حرمائش کہ اس کا کیا کیا جائے:-؟



”مگر واضح رہے کہ یہ (بعض لوگوں کا زندہ ہو جانا) استثنائی حالتیں ہیں تاؤن نہیں اور استدلال صرف عام قاعدہ سے کیا جاتا ہے معجزہ یا استثنائی حالتیں دلیل نہیں بن سکتیں۔ (ایضاً ص ۲۲۷)

مزید ارشاد ہوتا ہے :-

”موصوف کو معلوم ہونا چاہیے کہ کسی بات کا ثبوت عام قائل سے اخذ کیا جاتا ہے، استثنائے کو تاؤن نہیں مانا جاتا جس طرح کہ معجزہ کو دلیل نہیں بنایا جاسکتا بلکہ حکمت سے دلیل فراہم کی جاتی ہے بالکل اسی طرح استثنائی صورتیں دلیل نہیں بن سکتیں۔ (ایضاً ص ۲۲۹)

قرآن جاؤں اُس رب فدا الحلال کے نام پر جس نے اعلان کیا ہے کہ  
وَمِمَّنْ كُفُّوا فَنَزَلْنَا اللَّهُ فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ (الأنفال: ۳۰)  
کہ وہ کافر و شرک اور جھوٹوں کی چال کو ہرگز کامیاب نہیں ہونے دیتا۔ آخر کار مصنف موصوف نے تسلیم کر ہی لیا کہ ثبوت اور دلیل عام تاؤن اور حکمت سے پیش ہونے چاہئیں معجزات اور استثنائی حالتیں دلیل نہیں ہوتیں۔ پس قرآن میں اللہ کا عام تاؤن اور حکم آیات ہمیں یہ بتلاتی ہیں کہ تَمَّا أَتُكُمُ بَعْدَ ذَلِكَ لَمَيِّتُونَ ه تَعَذَّرْتُمْ كُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَبْحَثُونَ (المؤمنون) اے انسانو! اس زندگی کے بعد تمہیں موت آئے گی اور پھر تم سب قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔ ”وَإِذَا الْنُفُوسُ زُوِّجَتْ“ اور جب قیامت کے دن روہیں (بدن کے ساتھ) ملا دی جائیں گی۔“ (الہکد) اب آئیے دوبارہ دامنوی صاحب کے اس پر قریب اعلان کی طرف جس میں کہا گیا ہے کہ :-

”ہم نے اپنا عقیدہ اور مسلک کی بنیاد قرآنِ کریم اور احادیث صحیحہ پر رکھی ہے اور کوئی خود ساختہ عقیدہ اور مسلک ہماری راہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔ مختصر الفاظ میں ہمارا مسلک یہ ہے  
إِذَا أَصَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهَبُنَا (صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے) (قسط دوم ص ۱)

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا مصنف البجا بر صاحب واقعی صحیح احادیث کو مانتے بھی ہیں یا محض عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لئے قرآن و حدیث کا نام استعمال کرتے ہیں۔ اپنی کتاب کی دوسری قسط میں رقمطراز ہیں :  
”ہم نے کب کہا ہے کہ روح میت میں اگر لبیر کر لیتی ہے اگر روح میت میں دوبارہ داخل ہو جائے تو اب وہ زندہ ہے اسے میت کہنا مناسب نہ ہو گا۔ البتہ ہم جو اعادہ روح کے قائل ہیں تو یہ اعادہ صرف تھوڑے سے وقت کے لئے ہوتا ہے اور پھر روح کو حیات یا جہنم پہنچا دیا جاتا ہے اور یہ اعادہ اگر اس آیت کی استثنائی صورت ہے۔“ (ص ۲۶۵)

ان ”فاضل علوم دینیہ“ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ نے دعویٰ تو قرآن و حدیث کے ماننے کا کیا ہے لیکن یہ نہیں لکھا کہ مُردے میں تھوڑے سے وقت کے لئے روح کا داخل ہو جانا (یعنی تیسری زندگی) قرآن کی کون سی آیت اور نبی علیہ السلام کی کون سی صحیح حدیث سے لیا گیا ہے۔

لے اگر براہِ بن عازب سے منسوب جھوٹی روایت کو بھی صحیح مان لیا جائے تو اس میں بھی کچھ دیر کے لئے روح کا داخل ہونا یا دوبارہ روح کے نکل جانے کا ذکر نہیں ہے اور استثنائی صورت کو خود صاحب کتاب دلیل ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔



دوسری طرف اپنے خود ساختہ عقیدے (کہ مَرْدے نہیں قبول میں زندہ ہر جاتے ہیں یا روح کا بدن کے ساتھ تعلق رہتا ہے) کو خود ہی باطل قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

”احادیث کے مطالعے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ روح کے تعلق کو میت کے ساتھ قائم کر دیتا ہے جس کی وجہ سے وہ راحت یا عذاب کو محسوس کرتا ہے۔“

لیکن اس کے فوراً بعد ارشاد ہوتا ہے :-

”البتہ روح کے اس تعلق کا کوئی واضح اشارہ کسی حدیث میں نہیں ملتا لیکن بغیر روح کے تعلق کے ثواب و عذاب بے کار ہو کر رہ جاتا ہے اس سلسلے میں سب سے زیادہ واضح دلیل ہمارے لئے سوئے ہوئے انسان کی ہے اور اس میں بھی روح کے تعلق کی وجہ سے زندگی دکھائی دیتی ہے لیکن روح کے اس تعلق کا ذکر بھی واضح کسی حدیث میں نہیں ملتا، یہی بات کہ یہ تعلق کس طرح قائم ہوتا ہے تو اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔“ (صفحہ ۲۶۶، قسط دوم)

پسج ہے کہ رب کائنات بڑے سے بڑے مکار اور جھوٹے کی زبان سے بھی حق بیان کر دیتا ہے (جس طرح شیطان کی زبان سے آیۃ الکرسی کی فضیلت بیان کر دے تھی) چنانچہ پوری کتاب میں مختلف انداز سے سیر پھیر کرنے کے بعد بالآخر صاحب کتاب نے حق اگل ہی دیا ہے کہ ”میت کے ساتھ روح کے تعلق کا قرآن وحدیث میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔“ (اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا)

اب آپ ایک طرف صاحب کتاب کے اس دعوے اور اعلان کو پھر سے ملاحظہ کریں کہ ”مہم نے اپنا عقیدہ اور مسلک کی بنیاد قرآن کریم اور احادیث صحیحہ پر رکھی ہے اور کوئی خود ساختہ عقیدہ اور مسلک ہماری راہ میں حائل نہیں ہو سکتا۔“ مختصر الفاظ میں ہمارا مسلک یہ ہے اِنَّا صَحَّ الْحَدِيثُ فَهُوَ مَذْهُبِي۔ (قسط دوم، ص ۱)

اور دوسری طرف مندرجہ بالا عبارت کی روشنی میں غور فرمائیے کہ جب مَرْدے کے ساتھ روح کے تعلق اور سوئے ہوئے انسان کے ساتھ روح کے تعلق کا کسی صحیح حدیث میں اشارہ تک نہیں ملتا (جیسا کہ صاحب کتاب نے خود اعتراف کیا ہے) تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ڈاکٹر عثمانی کے خلاف کتاب لکھنے کا کیا فائدہ؟ ظاہر ہے ڈاکٹر عثمانی کی دشمنی اور مخالفت ہی اس کا اصل عقیدہ اور مسلک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقت کا اعتراف کرنے کے باوجود منہ کے لئے تیار نہیں ہوتے لکھتے ہیں :-

”یہی بات کہ یہ تعلق کس طرح قائم ہوتا ہے تو اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا۔“ (صفحہ ۲۶۶)

ان سے کوئی پوچھے کہ اللہ کے بندے! آپ تعلق کے صحیح کیوں بیٹھے ہوئے ہیں جب قرآن و احادیث میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا تو بالکل ختم ہو گئی۔ ”فَاَنْ تَوَفَّيْكَوْنَ“ (تم کہاں سے بہک رہے ہو؟) سیدھی سی بات ہے تو یہ کہ قرآن و احادیث پر ایمان لے کر آؤ اگر اللہ تعالیٰ اللہ اور رسول پر آپ کا ایمان ہے اگر اللہ پر آپ کا ایمان ہے تو اس آیت کی کتاب میں واضح طور پر فیض فرما دیا ہے کہ مَرْدے میلان سے روح کا تعلق قیامت تک کے لئے منقطع ہو جاتا ہے فَيَمْلِكُ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ







سمجھا جائے جو روایت حقیقتاً ضعیف ہے تو اس کے آخر میں ہم نے علامہ ناصر الدین البانی وغیرہ کی وضاحت نقل کر دی ہے۔

(قسط دوم ص ۱۳)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب جرح و تشکیق کے معاملے میں ڈاکٹر عثمانی کی پیروی کی ہے تو پھر اختلاف کہیں باقی رہا؟ آخر اس سے موصوف کیا تاثر دینا چاہتے ہیں؟ اس طرح کی باتوں سے وہ کچھ لوگوں کو تو دھوکے کے یا مغالطے میں ڈال سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ وہ جب پکڑے گا تو کوئی چھڑانے والا نہ ہوگا۔ اس مغالطہ انگیز تحریر کا ایک نمونہ ملاحظہ ہو جو ڈاکٹر عثمانی کے کتابچوں میں ضعیف روایات کے تحت لکھی گئی ہے۔

۹۹۸۸ میں قبرس یہ آسمان کے حوالے سے السلام علیکم یا اهل البقورہ والی ترمذی کی روایت کے ایک راوی پر کئے گئے تفسیر کو نقل کر کے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ ضعیف تھا، بیکار اور ردی حاطے کا مالک تھا اور اپنے باپ کے ایسی منفرد روایات بیان کرنے والا تھا جن کی کوئی بھی اصل نہیں۔ حالانکہ الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ اس طرح کی ایک سے زائد روایات مسلم میں بیان ہوئی ہیں۔ کیا موصوف علامہ ناصر الدین البانی وغیرہم کے حوالے سے اپنے اس معیار کے مطابق یہ کہنے کی جرأت فرمائیں گے کہ مسلم میں بیان کی گئی ان روایات کی بھی کوئی اصل نہیں۔

ڈاکٹر عثمانی نے تو اب جابر صاحب کی طرح کے قبری زندگی کے قائلین کی طرف سے عام طور پر پیش کی جانے والی اس روایت کو نقل کر کے اس باطل عقیدے کا رد کیا ہے جبکہ موصوف نے احادیث رسول کے بارے میں محض ڈاکٹر عثمانی رحمہ اللہ کی دشمنی کی وجہ سے یہ دُہرا معیار اپنا کر علمی خیانت کتمان حق اور بھروسہ فریب کاری کا مظاہرہ کیا ہے۔ اسی طرح کے دہرے معیار کی

ایک اور مثال ملاحظہ ہو لکھتے ہیں۔

”واضح رہے کہ عالم برزخ کی اصطلاح اہل علم کی وضع کردہ ہے۔ کسی حدیث میں نبی نے اس اصطلاح کو استعمال نہیں فرمایا ہے۔ مگر موصوف اپنی کم علمی کی بنا پر سمجھ رہے ہیں کہ شاید احادیث میں یہ استعمال ہوئی ہے“ (قسط دوم ص ۲۱) جبکہ خود اس کے برعکس اپنی اور دیگر مسلک پرستوں کی خود ساختہ اصطلاح اہل سنت والجماعت کو صحیح مانتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ”اہل علم جانتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کی اصطلاح اہل حق نے باطل فرقوں سے تمیز ہونے کے لئے اختیار کی تھی اور اہل سنت والجماعت قرآن و حدیث پر چلنے والے لوگ ہوتے ہیں“ (ایضاً ص ۲۶۳)

صاحب کتاب جو کہ خود بھی یہودی پیتھک ڈاکٹر ہیں، ڈاکٹر عثمانی کے بڑھاپے کا مذاق اڑاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”اور بڑھاپا چونکہ ایک بیماری ہے اور انسان بوڑھا ہو جائے تو ایسا اوقات سٹھیا بھی جاتا ہے اور سٹھیا جلتے تو بچوں کی طرح صدمی ہو جاتا ہے“ (ص ۳۶۶)

ڈاکٹر ایو جابر صاحب کے تحریرے کے مطابق چونکہ بڑھاپا ایک مرض ہے اس لئے ہر بوڑھا انسان ایسا اوقات سٹھیا یا ہے اور سٹھیا جلتے

یاد رہے کہ یہ اصطلاح آج کل صرف بریلوی مسلک والے باقی فرقوں سے تمیز ہونے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ آخر کار صاحب کتاب ابو جابر دامالوی نے اپنے مسلک کی وضاحت کر ہی ڈالی۔



کے بعد وہ بچوں کی طرح ہند کرنے لگتا ہے اور حق و ناحق کی ہنر کھو بیٹھتا ہے۔ اگر ڈاکٹر ابو جابر صاحب کی اس تشخیص کو اصول مان لیا جائے تو بھر بڑی بڑی محترم شخصیات ان کے اس اصول کی زد میں آئیں گی جو شائد ان کو بھی گھارا نہ ہو اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ تعصب اور مخالفت انسان کو ایسے مقام پر لے جاتی ہے کہ اچھا بھلا لکھا پڑھا انسان بھی اپنے ہوش و حواس کھو دیتا ہے تو زیادہ مناسب ہوگا کہ چنانچہ اپنی کتاب کی دوسری قسط میں معجزات اداستثنائی واقعات پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں

”ادھر جو کچھ ہم نے تحریر کیا ہے وہ صرف ہماری اختراع نہیں ہے بلکہ محدثین کا طریقہ استدلال بھی یہی ہے چنانچہ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور دیگر محدثین کے استاد امام ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ (المتوفی ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں: ”

اپنی کتاب التوحید میں عزیرؒ اور بنی اسرائیلیوں کے دنیا میں دوبارہ زندہ ہونے کے ضمن میں .....  
..... یہ الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ سب مر چکے تھے۔ پھر ائمہ نے ان کو موت کے بعد زندہ کیا پس اس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے قیامت سے پہلے دوسری

مرتبہ زندہ کیا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو تیسری مرتبہ زندہ کرے گا۔۔۔۔۔  
ان جابول کا یہ دعویٰ کہ قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ قبر میں کسی کو زندہ نہیں کرے گا

سے جس طرح مردہ خاکِ جان میں قیامت تک کے لئے زندگی کی رمق نہیں ہوگی اسی طرح اس زندہ خاکِ جان (ابو جابر) میں اصولِ پسندی اور حقیقت شناسی کی رمق نہیں ہے۔

کیسے صحیح ہو سکتا ہے، (۲۴۲-۲۴۶، قسط دوم)

خاکِ جان صاحب ابو جابر داماد زوی کے نقل کردہ اس حوالے پر کچھ تبصرو کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ موصوف خود معجزات اور استثنائی

صوراتوں کو دلیل ماننے کے لئے تیار نہیں رہیں گے کہ ہم گذشتہ صفحات میں خود ان کی تحریر کے حوالے سے ثابت کر چکے ہیں یہ الگ بات ہے کہ تضاد بیانی ان کی تحریر کا اسمِ اصول اور طرز امتیاز ہے اور اگر حضورؐ دیر کے لئے صاحب کتاب کے اصول کے مطابق ان کو دلیل مان بھی لیا جائے تو ان واقعات سے تین نہیں بلکہ چار زندگیاں ثابت ہوں گی: ۱۔ دوزندگیاں دنیا کی ایک قبر کی اور ایک آخرت کی۔ اس طرح یہ دلیل خود قبری پرستی کے خلاف جاتی ہے کہ امام ابن خزیمہ نے تیسری قبر کی زندگی سے انکار کیا ہے لہذا امام صاحب خود اپنے فتوے کی زد میں آکر جاہل ٹھہرے۔

۲۔ جہنم ایک معاطہ دیا جانا ہے کہ فلاں بخاریؒ اور سلم کے استاد ہیں اس لئے ان کی بات پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اگر پیغمبروں کے باپ دادا تک کافر و مشرک ہو سکتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کاتبِ وحی مرتد ہو سکتا ہے تو بخاریؒ و مسلمؒ کا استاد کیسے کافر و مشرک کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ علم کے حصول کے لئے دین اسلام نے ایماندار استاد کی شرط نہیں لگائی ہے۔

مصنف ابو جابر داماد زوی نے بنی علیہ السلام کا یہ فرمان پیش کر کے کہ ”بیشک امت محمدیہ سمجھی گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی“ (ص ۳۶) جو کچھ ثابت کرنے کی (نا کام) کوشش کی ہے اولاً وہ سرے سے بلا حجت ہے دوسرا انہیں اس وقت کے بھات بھات کے فرقوں اور مسالک کی موجودگی میں (جن میں سے بیشتر ایک زمانے سے موجود چلے آ رہے ہیں) اتنی بھی توفیق نہیں ہوئی



کہ وہ سوچتے کہ یہ تمام خود ساختہ فرقے اور مسالک جن میں سے ہر ایک امت محمدیہ ہونے کا دعویٰ دار ہے اپنے عقائد و نظریات اور طرز عمل سمیت ایک دوسرے سے شدید اختلافات کی روشنی میں بنی علیہ السلام کے اس فرمان پر پورا اترتے ہیں کہ نہیں؟ حقیقت حال کی ایک ادنی جھلک بالکل محدود پس منظر میں ملاحظہ فرمائیے! دیوبندی بریلویوں کو بدعتی اور مشرک ٹھہرا کر گمراہ سمجھتے ہیں، بریلوی دیوبندیوں کو گستاخ رسولؐ و اولیاء کہہ کر گمراہ سمجھتے ہیں، اہل حدیث دیوبندیوں اور بریلویوں کو ابو حنیفہ کا مقلد ہونے کی وجہ سے گمراہ تصور کرتے ہیں۔ شیخ ان قینوں کو گمراہ جانتے ہیں، اسی طرح جماعت المسلمین والے ان چاروں کو گمراہ خیال کرتے ہیں، حزب اللہ والے اپنے علاوہ دوسرے گروہوں میں سے کسی کو اللہ کی جماعت نہیں سمجھتے، یہ صورت حال اس قدر واضح ہے کہ اس سلسلے میں کسی غیوت کو پیش کرتے کی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ تھوڑی بہت مذہبی دلچسپی رکھنے والے عوام و خواص ان باتوں سے اچھی طرح واقف ہیں چنانچہ ان فرقوں اور مسالک کے علماء اور اکابرین ر اور پیروکاروں کے واضح اور شدید اختلافات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی نہیں ہیں کیونکہ یہ خود فرقہ فرقہ ہو کر ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتے ہیں۔ ایسی ہی صورت حال کہ اے اللہ قرآن میں اعلان فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّ قَوْلُاِیْہِمْ وَ کَانَ اَسْتِیْعَا لَسْتَ مِنْہُمْ فِیْ شَیْءٍ (الانعام: ۱۵۹) بیشک جنہوں نے دین میں فرقہ بنایا اور گروہ گروہ ہو گئے (اے رسولؐ) تمہارا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان سے کوئی سروکار نہیں، اور جب یہ مذکورہ بالا قرآنی معیار کی روشنی میں فرقہ و مسلک پرستی پر بھرپور جائزہ اختیار کر کے امتی ہونے کے استحقاق

ہی کو گنوا بیٹھے ہیں تو پھر کسی معاملے پر ان کے اجتماع کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ الا یہ کہ وہ تمام فرقوں اور مسالک سے برائت و نیزاری کا اظہار اعلان کر کے اپنے آپ کو صرف مسلم کہلانے لگ جائیں اور اپنے عقائد و نظریات کی بنیاد خود ساختہ اسلاف و اکابرین کے اقوال و تعلیمات کے بجائے قرآن و حدیث پر رکھنے لگ جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے ناز ہے۔ آمین مختصر یہ ایک آئینہ ہے جس میں اگر ابو جابر دامالوی صاحب چاہیں تو حقیقت احوال کا تفصیلی جائزہ لے کر بھی دیکھ سکتے ہیں مگر شرط تعصب بہت دھرم سے علیحدہ ہو کر دیکھنے کی ہے۔ جو شاید موصوف کو گوارہ نہ ہو! کہ تعصب ذاتی عناد اور مسلکی مہٹ دھرمی ان کے بنیادی محرکات ہیں۔

مصنف ابو جابر دامالوی نے اپنی کتاب "الدین الخالص" (قسط دوم) کے صفحہ پر ایک ضروری وضاحت کا اختتام اس دعا پر کیا ہے "اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اے اللہ! ہمیں زندہ رکھ تو اسلام پر اور موت دے تو ایمان پر" آمین۔ جبکہ موصوف مذکورہ بالا تمام فرقوں اور مسالک کو صحیح اور ان کے پیروکاروں کو مسلمین سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ صاحب کتاب کون سے فرقے کے اسلام پر زندہ رہنے اور ایمان پر موت آنے کی تمنا اور خواہش رکھتے ہیں؟ مذکورہ ضروری وضاحت ہی میں مصنف موصوف ڈاکٹر عثمانیؒ پر طنز فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"بہر حال موصوف (ڈاکٹر عثمانی) اب اس دنیا میں نہیں ہیں اور انہیں معلوم ہو چکا ہو گا کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے یا نہیں۔"



جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے دامانوی صاحب خود کچھ عرصہ اس  
ارضی قبر میں عذاب کی کیفیت سے گزر کر باہر نکل آئے ہوں، اس سے  
پہلے قرآن و حدیث سے ثابت کر کے بتلایا جا چکا ہے کہ قبر کا عذاب حق  
ہے لیکن یہ عذاب اس دنیاوی گڑھے (قبر) میں نہیں، برزخ میں ہوتا ہے  
جس کا زندہ انسانوں کو ذرا بھی شعور اور علم نہیں ہے۔ قبر میں دفن ہونے والا  
جسم گل سٹر کر مٹی بن جاتا ہے اور دوبارہ قیامت کے دن زندہ کر کے  
اٹھایا جائے گا۔ اس عذاب قبر (برزخ) کی تائید قرآن کی نہایت واضح  
آیات کے علاوہ مختلف صحیح احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

۱۔ بخاری میں بیان ہوا ہے کہ نبی علیہ السلام کا گزر ایک یہودیہ (عورت) پر ہوا جب اس  
کے گھر والے اس پر درپے تھے یہ دیکھ کر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ لوگ اس پر درپے  
ہیں اور اس کو تیسریں عذاب ہو رہا ہے حالانکہ وہ عورت ابھی دفن نہیں  
ہوئی تھی۔ اس صحیح اور بالکل واضح حدیث میں بھی فرق پرست مولوی فریب دینے کی  
کوشش کرتا ہے جبکہ یہ ہر جگہ باب الجنائز اور باب البکا و علی المیت میں  
بیان ہوئی ہے۔ اس حدیث کی رو سے میت چاہے گھریا ہسپتال میں پڑی  
ہوئی ہو یا جنازہ میں یعنی قبر میں نہ اتاری گئی ہو، لیکن اس کو قبر کا عذاب  
(برزخ میں) ہوتا رہتا ہے۔

۲۔ مسلم کی صحیح حدیث مذکورہ بالا حدیث رسول کی تائید کرتی ہے کہ  
نبی علیہ السلام کے سامنے ایک یہودی کا جنازہ گزرا اور وہ لوگ اس پر  
درپے تھے۔ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اس پر درپے ہو اور اس  
کو عذاب ہو رہا ہے۔ اس حدیث میں مزید وضاحت کے ساتھ بیان ہوا  
ہے کہ میت ابھی جنازے کے اندر موجود تھی قبر کے اندر نہیں مولوی صاحب  
اس کے لئے کیا جواز و صورتیں گے۔ صاف بات ہے کہ جو عذاب یہودی

کو جنازہ میں ہو رہا تھا وہی عذاب برزخ ہے، جسے حدیث میں عذاب قبر  
کہا گیا ہے۔

۳۔ اس عذاب قبر کو سمجھنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور  
حدیث ملاحظہ فرمائیے۔ علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام  
نے ایک انصاری کو مسلمانوں کے ایک دستے کا امیر بنایا اور اہل دستہ  
کو اس کی اطاعت کا حکم فرمایا۔ کسی وجہ سے راستے میں غصے کی حالت میں  
امیر دستہ نے مسلمانوں کو لکڑیاں جمع کرنے اور ان میں آگ لگا کر اس کے  
اندر کود جانے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام شش و پنج میں ایک دوسرے کو  
اس آگ میں داخل ہونے سے روکتے رہے یہاں تک کہ وہ آگ بجھ گئی۔ پھر  
نبی علیہ السلام کو یہ واقعہ سنایا گیا تو آپ نے فرمایا **لَوْ دَخَلُوهَا مَا**  
**خَرَّ جُؤَامِنَهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، أَطَاعَةُ فِي الْبَعْرِفِ**  
کہ "اگر وہ (صحابہ کرام) اس آگ میں داخل ہو جاتے تو قیامت تک اس  
سے نکل نہ پاتے، اطاعت تو معروف میں ہوتی ہے" (بخاری، کتاب المغازی)  
اب جس طرح حدیث سے ثابت ہے کہ وہ آگ تھوڑی دیر بعد بجھ گئی  
اس لیے اگر صحابہ کرام اس میں کود پڑتے تو کچھ دیر اور جلتی رہتی اور پھر  
ان کے جسموں کو جلانے کے بعد بجھ جاتی لیکن نبی علیہ السلام کے فرمان کے  
مطابق یہ لوگ قیامت تک اس کے اندر رہتے۔ ظاہر ہے کہ یہاں دنیاوی  
آگ مراد نہیں ہے اور نہ دنیاوی جسم۔ بلکہ قیامت تک ان کو برزخی جسموں  
کے ساتھ آگ کا عذاب دیا جاتا۔ یہی عذاب برزخ یا عذاب قبر ہے۔

اس عذاب القبر کی طرح ہمارا ایمان عذاب الدنیا پر بھی ہے اللہ تعالیٰ  
ناظران اور مشرک قوموں کو دنیا میں بھی اپنے عذاب کا مزہ چکھا دیتا ہے،  
جس طرح قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود، قوم لوط، قوم شعیب اور بنی اسرائیل



دیگر ہم کو دنیا کے عذاب سے ہلاک و برباد کر دیا گیا اسی طرح آج کا انسان بھی نافرمان، سرکش اور مشرک بن جانے کی وجہ سے تباہی بڑی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے اور دنیاوی عذاب میں مبتلا ہو چکا ہے کیونکہ امن و سلامتی اور سکون کی زندگی کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار اور دفاشار بندوں سے کیا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُسْتَضَوُّونَ - (الانعام: ۸۲)

مصنف ابو جابر دمانوی نے اپنی کتاب ”الدین الخالص“ قسط دوم کے ص ۱۲ پر دین فروشی کو جائز قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ صرف عمدہ قاری اور حافظ قرأت کرنے اور تراویح میں قرآن سننے کی اجرت نہیں لے سکے تا یہ جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔ دراصل دمانوی صاحب خود عمدہ قاری اور حافظ قرآن نہیں ہیں ورنہ یہ بھی جائز اور حلال ہو جاتا۔ دین فروشی کو اپنے لیے جائز ثابت کرنے کے لیے بخاریؒ کی عبد اللہ بن عباسؓ والی روایت بڑے فخر اور اہتمام کے ساتھ پیش کی ہے یہ حدیث تو دمانوی صاحب کی طرح سارے دین فروش اور قرآن فروش اپنے اس

سلسلہ اگر عذاب قبر اس دنیاوی گڑھے (قر) میں مان لیا جائے پھر تو مذکورہ بالا مشرک کافروں میں عذاب قبر سے محفوظ ہیں کیونکہ ان کی تو قبریں ہی نہیں بنیں تھیں لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ ان نافرمانوں کو قیامت تک کے لیے یرزخ میں عذاب دیا جا رہا ہے۔

۱۔ اگر تراویح (نفل عبادت) پر اجرت لینا حرام ہے تو فرض نمازوں پر معاوضہ کیسے جائز ہوا؟

کاروبار کے جواز میں پیش کرتے ہیں حالانکہ اس حدیث سے دین فروشی یا عبادات (نماز وغیرہ) پر اجرت لینے کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کیونکہ حدیث کے مطابق ایک صحابیؓ نے مشرک و کافر سردار پر دم کیا تھا اس کو قرآن پڑھایا تھا نہ دینی تعلیم دی تھی اور اس پر بھی صحابہ کرامؓ کو تردد تھا۔ ص ۱۶ پر دمانوی صاحب لکھتے ہیں۔

”امام بخاری اس بات کے قائل ہیں کہ جب کسی کا پیر مسن ہو جائے تو وہ یا محمد کہے، اس کا پیر ٹھیک ہو جائے گا“

اس کے بعد مخالط انگیزی سے کام لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

”اب دیکھتے ہیں کہ ڈاکٹر عثمانی یہ وظیفہ پڑھنا شروع کرتے

ہیں یا امام بخاریؒ پر کوئی فتویٰ لگاتے ہیں“ (قسط دوم)

یاد رہے کہ ڈاکٹر عثمانی نے روایتوں کی وجہ سے کسی پر فتویٰ نہیں لگایا۔ یہ جو روایت دمانوی صاحب نے ڈاکٹر صاحبؒ سے سوء ظن کے اظہار کے لیے پیش فرمائی ہے۔ یہ صحیح بخاری سے پہلے لکھی گئی کتاب ”ادب المفرد“

سے: یہ دلیل پیش کرنے والے تو قرآن کو ماننے والوں اور انکی ماؤں بہنوں پر دم کرتے ہیں اور ان سے معاوضہ بھی وصول کرتے ہیں جبکہ صحابیؓ نے کافروں سے معاوضہ لیکر مسلمانوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس حدیث کو دین فروشی کیلئے جواز بنانے والے مولوی صاحب کی تنخواہ اور اجرت پر طالب علموں اور نمازیوں کا حق بننا ہے اور اگر کوئی مولوی یا دین فروش یہ اجرت لے کر بلا تردد اکیلے کھاتا ہے تو بھی حرام کھاتا ہے۔ وہ حرام خورد ہی نہیں بلکہ اس اصول کے مطابق مستحقین کا حق مارنے والا بھی ہے۔

نوٹ۔ دین اسلام کے لئے فی سبیل اللہ کام کرنے والوں پر آج یہ فرقہ پرست جھوٹا الزام لگاتے ہیں کہ ان کو امریکہ سے پیسہ ملتا ہے۔ امریکہ سے پیسہ



کی مہجول روایت ہے جس میں ردایت کرنے والے راوی کا نام تک معلوم نہیں ہے اسی لیے اس روایت کو بخاری نے اپنی صحیح میں نقل نہیں کیا۔  
 ڈاکٹر عثمانی ج امام بخاری ج پر اس مہجول روایت کی وجہ سے فتویٰ لگاتے یا نہیں یہ تو بعد کی بات ہے لیکن خود ابو جابر صاحب اپنی ایک کتاب "الصلوة" ۱ میں "یا محمد" پکارنے والے کو مشرک قرار دے کر اپنے اس اصول کی رو سے امام بخاری ج پر ہاتھ صاف کر ہی چکے ہیں۔ چنانچہ اب دیکھتے ہیں کہ وہ امام بخاری ج کو اپنے اس فتوے کی زد سے بچانے کے لیے کوئی تاویل پیش کرتے ہیں یا حجرات ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے فتوے کو امام بخاری ج پر مذکورہ بالا حوالے سے واضح طور پر چسپاں کرتے ہیں۔  
 فریب کاری اور تضاد بیانی کی اس شاہکار کتاب کے ص ۱۵۶ اور ص ۱۵۷ پر مصنف موصوف رقمطراز ہیں:

"اور اس طرح گویا ہر مردہ بات کرتا ہے اور اپنے گھر والوں کو خطاب کرتا ہے مگر اس کی ان باتوں کو اللہ تعالیٰ نے "پردہ غیب" میں رکھ دیا ہے اور کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ وہ اسے سن سکے"

اس کے فوراً بعد لکھتے ہیں: بقیہ حاشیہ ص ۱۶۱

یعنی، دین کو ذریعہ معاش یا کاروبار بنانے والے غداران اسلام پر اللہ کی لعنت ہو اور اس قسم کا الزام لگانے والے جھوٹوں پر بھی اللہ کی لعنت ہو۔  
 لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلٰی الْكَافِرِینَ

تجربہ کیے کتاب موجود ہے۔ اس کتاب میں ابو جابر صاحب نے فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کرنے، ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے، ہاتھوں کو منہ پر پھیرنے اور صلوٰۃ الجنائزہ کے بعد دعا مانگنے کو بدعت قرار دیا تھا لیکن آج ڈاکٹر عثمانی ج

"یہی نہیں بلکہ امام بخاری ج تاریخ البکیر میں ایک صحابی زید بن خارجہ انصاری ج کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے مرنے کے بعد بات کی تھی" (قسط دوم ص ۱۵۶ ص ۱۵۷)

ملاحظہ فرمائیے اس کھلی باز گیری کو کہ ایک طرف تو بیان کیا جاتا ہے کہ مردے کے کلام کو اللہ نے پردہ غیب میں رکھا ہے اور اسے کوئی نہیں سن سکتا اور پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ مردے کے کلام کو لوگوں نے سن لیا۔ ایسے ایسے باز گیری کی تعریف بھی خود دامادی صاحب کی زبانی ہی سنتے ہیں۔  
 .... یعنی وہ دینداری کے ایسے ماہر ہوتے ہیں اور

کچھ اس طرح دجل و فریب سے کام لیتے ہیں کہ لوگوں کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں جس سے علماء حق بھی ششدر رہ جاتے ہیں احادیث سے مراد موضوع (من گھڑت) احادیث بھی ہیں اور خود ساختہ واقعات اور حیرت انگیز باتیں بھی جن کے ذریعے وہ لوگوں کے ذہنوں کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(قسط دوم: ص ۲۱)

اپنی جماعت کے منشور "اغراض ومقاصد" کے آغاز میں لکھتے ہیں:

"جماعت المسلمین کوئی نیا فرقہ یا نئی جماعت نہیں ہے" (ص ۲)

لیکن اغراض ومقاصد کے آخر میں لکھتے ہیں:

"اور ہماری جماعت کا جماعت المسلمین یا کسی دوسری جماعت

بقیہ حاشیہ ص ۱۶۲

کی مخالفت اور پیٹ کی آگ بجھانے کی خاطر یہ سب کچھ سنت اور جائز بن گیا ہے۔ واقعی اگر مولوی ہند اور اختلاف پر اڑ جائے اور دنیا کی طرف بھک جائے تو وہ حلال الحرام اور حرام کو حلال بنا دیتا ہے۔



سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ (یعنی یہ بالکل الگ اور نئی جماعت ہے)  
 شاید ایسے ہی موقع کے لیے کہا گیا ہے ”ع کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی“  
 ”الدین الخالص“ کی پہلی قسط میں مصنف ابو جابر نے  
 کتاب الصلوٰۃ میں مسدود بن مسرود کے نام خط کو احمد بن حنبل کا خط  
 تسلیم کرتے ہوئے پیش کیا ہے اور خط کا عکس پیش کرنے کے بعد لکھا ہے۔

”غور فرمائیں کہ دو انتہائی ذمہ دار امام جن چیزوں کو  
 ایمانیات میں سے قرار دے رہے ہیں، وہی چیز جو دھویں  
 پندرہویں صدی کے ایک ڈاکٹر کی نگاہ میں شرک قرار پائے“  
 لیکن دوسری قسط میں اس خط سے انکار کیا ہے۔  
 ”اعادہ روح کا عقیدہ حق یا باطل ہم اس بحث میں  
 نہیں جانا چاہتے مگر موصوف کو یہ بتاتے چلیں کہ کتاب الصلوٰۃ  
 کی جس عبارت کی وجہ سے انہوں نے یہ فتویٰ لگایا ہے وہ  
 کتاب احمد بن حنبل کی نہیں ہے“ (ص ۲۱)

دیکھا آپ نے اس ماہر بازیگر کو کس دیدہ دلیری سے لکھا ہے کہ  
 ”اعادہ روح کا عقیدہ حق ہے یا باطل ہم اس بحث میں جانا نہیں  
 چاہتے“ اسے کہتے ہیں آنکھوں میں دھول جھونکنا  
 داماد نوی صاحب! جب آپ کو یہ تک معلوم نہیں کہ اعادہ روح  
 کا عقیدہ حق ہے یا باطل۔ تو پھر یہ الدین الخالص کی دو قسطیں لکھنے کا  
 کیا فائدہ!

اس کتاب میں آپ نے ”اعادہ روح“ پر تو ساری بحث کی ہے پھر  
 بھی آپ پریشان ہیں کہ حق اور باطل عقیدہ کون سا ہے؟ اگر آپ اتنی

حق اور صحیح عقیدہ کی تلاش میں ہیں تو ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ قیامت سے  
 پہلے مرنے میں اعادہ روح کا عقیدہ سو فیصد باطل اور قرآن و صحیح احادیث  
 کے سراسر خلاف ہے۔ لیکن آپ نے اور آپ جیسے دوسرے اکابر پرستوں  
 نے اسے اسی لئے اپنے ایمان کا جز بنالیا ہے کہ یہ آپ کے امام احمد بن حنبل  
 اور دیگر اسلاف کا عقیدہ رہا ہے۔ اگر اعادہ روح کا عقیدہ قرآن و  
 احادیث سے ثابت ہوتا تو آپ کبھی بھی اپنی باطل پرستی کا ان الفاظ  
 میں اعتراف نہ کرتے کہ ”اعادہ روح کا عقیدہ حق ہے یا باطل“  
 گویا آپ نے تسلیم کر لیا کہ آپ کی کتاب باطل اور قرآن و احادیث  
 کے خلاف دلائل پر مبنی ہے ورنہ انصاف اور ایمان کا تقاضا تھا کہ آپ  
 دعوے سے لکھ دیتے کہ اعادہ روح کا عقیدہ بالکل حق ہے۔ جسے  
 الدین الخالص پہلی اور دوسری قسط میں دلائل کے ساتھ پیش کیا گیا  
 ہے آپ کو خود اپنی کتاب پر یقین نہیں تو دوسرے کیا یقین کریں گے پھر  
 بھی آپ کا دعویٰ ہے کہ یہ کتاب لکھ کر آپ نے بڑا کارنامہ انجام دیا  
 ہے۔ ہاں اسلام دشمن اور باطل پرستوں کے لئے تو یہ کتاب کارنامہ ہو سکتی  
 ہے۔ لیکن توحید پرستوں اور دین اسلام سے محبت رکھنے والوں کیلئے نہیں  
 اس کتاب رالدین الخالص اسے جتنی بھی قبر پرستی اور بدعقیدگی  
 پھیلنے کی کل قیامت کے دن آپ کو اللہ کے سامنے اس کا حساب دینا  
 پڑے گا۔

دولت اور دنیا کی سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے سلمان رشدی  
 رلعین نے بھی قرآن و سنت رسول کے خلاف ایک کتاب لکھی ہے  
 وہ بھی اپنی اس شیطانی حرکت کو کارنامہ سمجھ رہا ہے (معاذ اللہ)



اللہ تعالیٰ ایسی قبیح حرکتوں سے ہر مسلمان کو اپنی امان میں رکھے۔ (آمین)  
یہ بھی یاد رہے کہ صاحب کتاب نے دونوں قسطیں ایک ہی تسلسل میں لکھی  
ہیں۔ امید ہے کہ اتنی جلدی پہلی قسط کے متن کو بھولا تو نہ ہوگا۔

ابو جابر دمانوی نے اپنی کتاب کے اختتام پر امام بخاریؒ کی "تاریخ  
الصغیر" سے ایک روایت کا حوالہ دیتے ہوئے (جس میں بخاریؒ نے احمد  
بن حنبل کے لیے رحمت اللہ علیہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں) لکھا ہے کہ:

"ہم اپنے مضمون کو امام بخاریؒ کی اس دعا پر ختم کرتے

ہیں جو انہوں نے اپنے استاد اور عظیم محدث احمد بن حنبل

کے لیے کی ہے۔ چاہے اس دعا کو دیکھ کر کسی کے تن بدن میں

آگ ہی کیوں نہ لگ جائے۔" (قسط دوم، ص ۲۶۹)

مندرجہ بالا عبارت پڑھنے کے بعد ایک صحیح العقیدہ مسلمان اندازہ

لگا سکتا ہے کہ صاحب کتاب ابو جابر دمانوی اور ان کے دوسرے ہم مسلک  
بھائی، احمد بن حنبل کو رب بنا چکے ہیں گویا یَجْعَلُوهُمْ كَهَيْئَةِ اللَّهِ

لہ جسکا ثبوت دمانوی صاحب کے مسلک بھائی زبیر علی زئیؒ کا ڈاکٹر عثمانی

کے نام خط ہے جس میں انھوں نے احمد بن حنبل سے اندھی محبت کی وجہ سے

ابو حنیفہؒ کو کافر، چور اور بُرا بھلا کہا ہے۔ پھر اس کا اعتراف بھائی جان

دمانوی صاحب کے نام خط میں کیا جو انھوں نے بلا عنوان کے نام سے صفحہ ۲

پر نقل کیا ہے لیکن یہ رجوع اور اعتراف بھی اہل حدیث، جماعت المسلمین، عرب اللہ

اور دوسرے لوگوں کو بیوقوف بنانے کا ایک انداز معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس

میں ابو حنیفہؒ کا دو جگہ پر ذکر کیا گیا لیکن اس کے ساتھ رحمتہ اللہ علیہ

نہیں لکھا جبکہ احمد بن حنبل نے نام کے ساتھ (۷۰) لکھا ہے۔ ایک ہی خط میں یہ

فرق و امتیاز خبیث باطن کی چغلی کھا رہا ہے۔

(التقریر: ۱۶۷۰) والی کیفیت ہے۔

بخاریؒ نے احمد بن حنبل کو دُعا دے کر ایک سچے مسلمان کا حق ادا کیا  
ہے کیونکہ بغیر ثبوت کے کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا گناہ عظیم ہے جلد ڈاکٹر

عثمانیؒ نے احمد بن حنبل کے اپنے شاگرد مسدود بن مسدد کے نام خط میں

درج اعادہ روح کے غلط عقیدے کی نشاندہی کی ہے یعنی جب تحقیق

سے معلوم ہوا کہ احمد بن حنبل کا عقیدہ مرنے کے بعد قیامت سے پہلے

اس دنیاوی قبر میں مژدہ جسموں کے اندر روح لوٹاٹے جلنے کا تھا تو

انہوں نے ایک سچے مسلمان اور عالم حق کا کردار ادا کرتے ہوئے آج

کے مسلک پرستوں کی پروا کیے بغیر اس قرآنی حکم کی پیروی میں ایسا

فرض ادا کیا ہے۔ وَمَنْ لَمْ يُحْكَمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ

هُمْ الْكَافِرُونَ (المائدہ)

معلوم ہی ہوتا ہے کہ بخاریؒ کو احمد بن حنبل کے اس خط کا علم

نہیں ہو سکا۔ اس لیے کہ اس خط کا ذکر بخاریؒ کی کسی کتاب میں موجود

نہیں۔ اس خط کے صحیح ہونے کی گواہی احمد بن حنبل کے مشہور شاگرد المیمونی

لے قال المیمونی سألت أبا عبد الله الكتاب التي مسدود فكتب لي اليه

"میمونی کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ (احمد بن حنبل) سے مسدود کی

طرف خط لکھنے کیلئے کہا تو انہوں نے اس کی طرف لکھ دیا۔"

(تہذیب التہذیب، جلد ۱۰ ص ۱۰۸)

نوٹ :- زندہ نا فرمان شخص پر کفر و شرک کا فتویٰ لگانا اس شخص سے

بہرہ رسی کرنا ہے نہ کہ دشمنی یا نفرت تاکہ وہ اپنی اصلاح کر لے اور زندگی

ہی میں توبہ استغفار کر کے اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ لے۔ اور

مردہ نا فرمان بڑی شخصیت پر کفر و شرک کا فتویٰ لگانا ان سزاواروں



کے علاوہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن حجر، ذہبی اور ساجد تک کے سارے اہل علم سے رہے ہیں اور قبر پرستی کے ثبوت میں اسکی کو پیش کیا جاتا ہے۔  
 رہا احمد بن حنبل کے بخاری کا استاد ہونے کا معاملہ تو یہ آجکل کی طرح کے استاد شاگرد کا معاملہ نہیں تھا۔ بخاری نے احمد بن حنبل سے کوئی سند حاصل کی اور نہ پانچ دس سال تک ان سے اکتساب علم کا کوئی سلسلہ رہا۔ اس زمانے میں کسی سے ایک دو احادیث سن لینا یا حلقہ درس و تدریس میں ایک دو بار بیٹھ جانا بھی شاگردی میں شمولیت کے لیے کافی سمجھا جاتا تھا۔ اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنی صحیح میں اس مشہور استاد اور عظیم محدث سے ایک روایت بھی حدیثی یا

بقیہ حاشیہ ص ۱۶۷

لاکھوں زندہ انسانوں سے ہمدردی کرنا ہے جو اندھے مقلد بن کر ایسی شخصیت کی پیروی کر کے اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن بنانے کی تیاری کر رہے ہیں تاکہ یہ مقلد "فتویٰ پیر" کو دنیا ہی میں ایسی شخصیت سے اپنا تعلق قطع کر لیں ورنہ آخرت میں تو یہ ان سے سخت بیزاری کا اظہار ان الفاظ میں کریں گے دَبَّتْنَا اِنَّا اَكْثُنَا سَادَةً وَكَبُرْنَا قَا۟فِرًا (احزاب ۶۷)

ابن تیمیہ مجموع الفتاویٰ جلد ۵ ص ۳۹۷ پر لکھتے ہیں کہ یہ خط اصحاب احمد اور حدیث کے علماء میں مشہور تھا اور انھوں نے اس کو قبولیت کا درجہ دیا ہے ابن تیمیہ کی اس بات کو اس زمانے سے لیکر آج تک کسی حنبلی یا حدیث سنت کے کسی عالم نے مسترد نہیں کیا حالانکہ اس زمانے میں اور بعد ازاں بھی بڑے بڑے حنبلی اور حدیث کے علماء گزرے ہیں۔

آخری احمد بن حنبل کہہ کر بیان نہیں کی جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ بخاری نے احمد بن حنبل کے ساتھ زیادہ عرصہ نہیں رہا ہے۔ البتہ کہنا کہ بخاری نے احمد بن حنبل کو دعا کیوں دی ہے: محض چند دعائیہ یا تقریبی کلمات کے ذریعے احمد بن حنبل کی شخصیت کا دفاع کرنا بڑے پیر اور دین سے واقفیت کا اظہار ہے۔

نبی علیہ السلام کے زمانے میں ایسے واقعات ملتے ہیں کہ صحابہ کرام ایک شخص کے ایمان کی گواہی دیتے ہیں اور دین کے لیے اس کے کارناموں کو سراہتے ہیں لیکن فرمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جہنمی ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام ایک اور شخص کے لیے اللہ کی راہ میں شہادت کی گواہی دیتے ہیں لیکن زبان نبوت اسے جہنمی قرار دیتی ہے ملاحظہ ہو۔

اَحَدٌ حَدَّثَنَا عَدِيَّ بْنُ مَسْلَمَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَازِمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سَهْلِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمُشْرِكُونَ فِي بَعْضِ مَخَارِجِهِ قَافَتًا لَوْ قَامَ كُلُّ قَوْمٍ إِلَى عَسْكَرِهِمْ وَفِي الْمُسْلِمِينَ رَجُلٌ لَا يَدْعُ مِنَ الْمُشْرِكِينَ شَاذَةً وَلَا فَاذَةً إِلَّا اتَّبَعَهَا فَضَرَبَهَا بِسَيْفِهِ - فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا اجْزَأَ أَحَدًا هَؤُلَاءِ أَجْدًا فُلَانٌ فَقَالَ إِنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ النَّارِ ..... فَقَالُوا آيْنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ إِنْ كَانَ هَذَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ لَا تَتَّبِعْهُ فَإِذَا اسْتَرْخَى



أَبْطَأُ كُنْتُ مَعَهُ حَتَّى جُرِحَ فَاسْتَعَجَلَ الْمَوْتُ  
فَوَضَعَ نَصَابَ سَيْفِهِ بِالْأَرْضِ وَذِيَابَهُ بَيْنَ  
شَدْيَيْهِ ثُمَّ تَحَامَلَ عَلَيْهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَبَاءَ  
الرَّجُلُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ  
أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ وَمَا ذَاكَ فَأَخْبَرَهُ  
فَقَالَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ  
فِي مَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَفَاتَهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَ  
يَعْمَلُ بِعَمَلِ أَهْلِ النَّارِ فِيمَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ  
مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ

ترجمہ: عبداللہ بن مسلمہ ابن ابی حازم ان کے والد سہل رضی اللہ  
عنه سے روایت کرتے ہیں کہ ایک جہاد (یعنی غیر) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم اور مشرکین مقابل ہو کر خوب لڑے، پھر ہر قوم اپنے اپنے لشکر  
کی طرف واپس ہوئی مسلمانوں میں ایک شخص تھا، جو اکیلے دو کیلے  
مشرک کو نہ چھوڑتا تھا بلکہ اس کے پیچھے سے آکر اس کے تلوار مارتا اور  
قتل کر دیتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ!  
جبنا کام فلاں نے کیا، کسی نے نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا، وہ تو دوزخی ہے  
صحابہ نے رد میں کہا، اگر وہ دوزخی ہے تو پھر ہم میں جنتی کون ہوگا  
اتنے میں مسلمانوں میں سے ایک شخص نے کہا، کہ میں اس کے پیچھے رہوں گا  
تاکہ اس کا امتحان کروں، جب وہ تیز چلتا یا آہستہ تو میں اس کے ساتھ  
رہتا، حتیٰ کہ وہ ترخمی ہوا اور زخموں کی تکلیف سے بیتاب ہو کر جلدی  
مرنے لگا، لہذا اس نے تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا کہ اس کے پھل کو اپنے سینے

کے درمیان رکھا، پھر اس پر اپنا بوجھ ڈال کر خودکشی کر لی، اب وہ شخص نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور عرض کیا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ  
اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا، کیا بات ہوئی، تو اس نے وہ واقعہ  
آپ کو سنا دیا، آپ نے فرمایا، کہ کوئی آدمی لوگوں کی نظر میں جنتیوں جیسا  
عمل کرتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے اور کوئی لوگوں کی نظر میں دوزخیوں  
جیسا عمل کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔

۲۰ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا  
مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرِو حَدَّثَنَا ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ  
مَالِكِ (ابْنِ أَنَسٍ) قَالَ حَدَّثَنِي ثَوْرٌ قَالَ حَدَّثَنِي  
سَالِعُ مَوْلَى ابْنِ مَيْطَعٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ: افْتَحْنَا خَيْبَرَ وَلَمْ نَعْنَمْ  
خَهِيقًا وَلَا فَيْسَةً إِنَّمَا غَنِمْنَا الْبَقَرِ وَالْأَبِلَ  
وَالْمَتَاعَ وَالْخَوَالِطَ ثُمَّ انْصَرَفْنَا مَعَ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى قَادِشِ الْقُرَاشِ  
وَمَعَهُ عَبْدُ اللَّهِ يُقَالُ لَهُ مِدْعَمٌ أَهْدَادُ  
لَهُ أَحَدُ بَنِي النَّضْبَابِ فَبَيْنَمَا هُوَ يَحْطُرُ حُلَّ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ جَاءَهُ  
سَهْمٌ عَائِي حَتَّى أَصَابَ ذَلِكَ الْعَبْدَ فَقَالَ  
النَّاسُ هَنِيئًا لَهُ الشَّهَادَةُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلَى وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ  
إِنَّ الشُّكْلَةَ الَّتِي أَصَابَهَا الْخَيْبَرُ مِنَ الْمَغَانِمِ



لَمْ تَصْبَحْهُ الْمَقَاسِمُ لَكُنْتُمْ عَلَيَّ نَارًا فَجَاءَ  
رَجُلٌ حِينَ سَمِعَ ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَشْرُكًا أَوْ لَيْسَ وَكَانَ هَذَا شَيْءٌ  
كُنْتُ أَصْبَتْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَشْرَاكٌ أَوْ مَشَرٌ أَكَانَ مِنْ نَارٍ ۝

ترجمہ: عبد اللہ بن محمد معاویہ بن عمرو، ابوالسحاق مالک بن انس، ثور،  
ابن مطیع کے آزاد کردہ غلام سالم، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت  
کرتے ہیں انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے خیبر فتح کیا، اور ہمیں مال غنیمت میں  
سونا چاندی نہیں ملا، بلکہ گائے، اونٹ، اسباب اور باغ ملے۔ پھر ہم  
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وادی القرئی میں آئے، اور آپ  
کے ہمراہ مدغم نامی آپ کا غلام تھا جو بنو النضیب کے ایک آدمی نے  
آپ کو نذرانہ میں دیا تھا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کجاوہ اتار رہا  
تھا، کہ اتنے میں ایک ایسا تیر جس کے مارنے والے کا پتہ نہ تھا، اس طرف  
آیا اور اس غلام کے لگ گیا، لوگوں نے کہا، اس کو شہادت مبارک ہو۔  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں، نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ  
میں میری جان ہے۔ جو چادر اس نے خیبر کے دن مال غنیمت میں سے  
تقسیم ہونے سے پہلے لی تھی اس پر آگ کا شعلہ بنے گی، رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سن کر ایک آدمی ایک یاد دہانی لے کر آیا  
اور کہنے لگا، یہ چیز مجھے ملی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،  
یہ تمہیں (بھی) آگ کے ہو جاتے ۝

اس طرح حقیقت ظاہر ہونے کے بعد دوسروں کو جلائے بھڑکانے

کے بچکانہ انداز کو اپنانے، طاغوت پرستی پر ضد اور ہٹ دھرمی سے  
بچنے اور اکابر پرستی کو دین کا جزو بنانے کی بجائے اپنے جسم و جاں کو جہنم  
کی خطرناک آگ سے بچانے کے لیے رب کا ثبات پر کیسوٹی کے ساتھ  
ایمان لاکر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہوئے شہادت حق  
کے سنجیدہ طرز پر عمل کو اختیار کرنے کی کوشش ہونا چاہیے اور اخروی  
دائمی زندگی میں محرومی اور ناکامی سے بچنے کے لیے قرآن میں بیان کی  
گئی اس تنبیہ پر توجہ دینی چاہیے کہ:

يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ ۚ لِّلَّذِينَ اسْوَدَّتْ  
چہرے سفید ہوں گے اور بہت سے سیاہ ۚ فَاَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ  
وُجُوهُهُمْ فَاُكْفَرُتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوقُوا الْعَذَابَ  
بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ۝ "تو جن لوگوں کے چہرے سیاہ ہوں گے  
دان سے کہا جائے گا (کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے تھے؟ پس  
داب، اُسی کفر کے بدلے دست) عذاب کا مزہ چکھو" (آل عمران: ۱۰۶)  
چنانچہ اس فرمان الہی احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر  
یہ بات تسلیم کر لینی چاہیے کہ ایک غاہد و زاہد اور مشہور مسلمان بھی خواہش  
نفس اور شیطان کے وار سے گھائل ہو کر کافر و مشرک اور مرتد و منافق بن  
سکتا ہے۔ یہ ہماری نہیں قرآن عظیم و صحیح احادیث کی بات ہے۔ سورۃ  
الاعراف میں ایک مسلمان عالم کا ذکر کیا گیا ہے کہ شیطانی وسوسوں کے  
زیر اثر دنیا کا نام و نمود حاصل کرنے کے لیے اللہ کی نافرمانی کا راستہ  
اختیار کر کے ہمیشہ کے لیے گمراہ ہو گیا (آیت نمبر ۱۷، ۱۸) سورۃ المائدہ  
میں فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ  
دِينِهِمْ ..... "اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے دین (اسلام) سے پھر







بیشک تو بڑا عطا فرمائے والا ہے (آمین)  
 اللَّهُمَّ لَا مَا بَعِ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَى لِمَا  
 مَنَنْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجُدُّ  
 اے اللہ! جسکو تو عطا فرمائے اس کو کوئی مانع نہیں ہو سکتا اور  
 جس کو تو محروم رکھے اس کو کوئی عطا نہیں کر سکتا اور کسی بزرگ کی بزرگی  
 (شہرت و بڑائی) اس کے لیے (بغیر تیری رحمت و مغفرت) نفع بخش  
 نہیں ہو سکتی۔



— رابطے کے لیے —

مبجد توحید بھٹہ ویلج یکماری کراچی